ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی ادارہ شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الادارہ جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر
مولانا مفتی محمود

ولی بن ولی کی زندہ کرامت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب گزشتہ ماہ کی ۱۵ تاریخ کو سفر حرمین سے جب واپس تشریف لائے تو رات ساڑھے دس بجے براق اڈہ پر احباب سے ملتے وقت کسی "ماہر" نے حضرت والا کی اچکن سے ایک سو روپیہ اڑا لیا۔

۱۳ر دسمبر عشاء کے بعد مجلس ذکر سے فارغ ہو کر آپ احباب سے ملاقات میں مصروف تھے کہ مصافحہ کے لیے کوئی ہاتھ بڑھا تو حضرت نے محسوس کیا کہ کوئی لفافہ ان کے ہاتھ میں ہے اور آدمی غائب۔ کھول کر دیکھا تو وہ سو روپیہ بعینہٖ موجود تھا۔ اور ساتھ رقعہ تھا جس میں براق اڈہ پر ہونے والے حادثہ کی اطلاع تھی اور لکھا تھا:

"اتنے دن میں سو نہیں سکا۔ دعا کی درخواست کہ خدا مجھے رزقِ حلال نصیب فرمائے"

سچ ہے:

"خدا خود میر ساماں است ارباب توکل را"

۷۵ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور، پاکستان

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دین پر ثابت قدمی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جس میں دین پر قائم رہنے والا ایسا ہی ہوگا جیسا وہ شخص کہ جس نے مٹھی میں آگ کا دہکتا ہوا انگارا پکڑ رکھا ہو۔

اس حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ دین کیا چیز ہے۔ اور اس پر چلنا آسان کیسے ہو سکتا ہے اور مشکل کیسے ہو جاتا ہے۔ یوں تو ہر دین میں کچھ نہ کچھ پابندیاں ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ پابندیوں سے انسان گھبراتا ہے۔ لیکن یہاں دین سے مراد اسلام ہے جس کا خلاصہ تقوٰے ہے۔ تقوٰے کے معنی ہیں اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔ اس کو ہر جگہ حاضر ناظر جاننا اور یقین کرنا کہ اس نے ہمیں دنیا میں کچھ باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کچھ باتوں سے روکا ہے۔ جن کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کے کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور نہ کرنے پر سزا ملے گی اور جن سے روکا ہے ان کے کرنے پر سزا ملے گی اور نہ کرنے پر ثواب ملے گا۔

غرض اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو ماننا اور جو وہ کہے وہ کرنا اور جس سے وہ روکے اس سے رک جانا۔ یہ باتیں آسان بھی ہیں اور مشکل بھی۔ آسان تو اس وقت ہیں جب آدمی اکٹھے ہو کر اس بات پر اتحاد کر لیں کہ اللہ کو مانیں گے اور اس کے حکم بجا لائیں گے۔ اس وقت مسجدیں آباد ہوں گی، رمضان کے روزے رکھے جائیں گے۔ محتاجوں کی خبرگیری کے لیے زکوٰۃ دی جائے گی۔ مالدار لوگ ذوق و شوق کے ساتھ حج کریں گے۔ ہر وقت قرآن و حدیث کا چرچا ہوگا اور لوگ علماء سے ہر وقت پوچھتے رہیں گے کہ وہ کام کون سے ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور وہ کون سے ہیں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ جرموں کی سزائیں اللہ کے مقرر کیے ہوئے قانون کے مطابق دی جائیں گی۔ چوری، زنا، ڈاکہ، لوٹ مار جیسے بڑے بڑے جرم چھوٹ جائیں گے اور ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائیگا جو ہر ایک کو نیک کام پر آمادہ کرے گا۔ اور برے کاموں سے روکے گا۔ حکومت کو انتظام میں کچھ مشکل نہ پڑے گی۔ اللہ کا خوف ہوگا لوگ بے کار روپیہ نہ جمع کریں گے، مالدار ہونے کی ہوس نہ ہوگی اور مل جل کر سب کا کام بخوبی چل جائے گا۔ اگر بدقسمتی سے لوگ اللہ کو بھول جائیں، دل میں اس کا خوف نہ رہے تو پھر ہر شخص جو اس کے جی میں آئے گا کر گزرے گا زوروالا کمزوروں کو دبائے گا۔ ہر ایک کو روپیہ جمع کرنے کی دھن لگے گی، لوگ دوسروں کو میدان سے ہٹا کر آپ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ سمجھدار لوگ لاکھ چاہیں گے کہ لوگوں کو سیدھا کریں لیکن لوگ ٹیڑھے ہی چلیں گے۔ بڑے بڑے جرم معمولی بن کر رہ جائیں گے۔ سمجھانے والوں کی کوئی نہ سنے گا۔ دنیا میدانِ حشر کا نمونہ بن رہی ہوگی۔ اصلاح کرنے والے پہلے اپنا پیٹ بھرنے کی فکر کریں گے اور جب خوب روپیہ جمع کر لیں گے تب لوگوں سے کہہ اٹھیں گے کہ لوٹ کھسوٹ بند کرو۔ ضرورت کی چیزوں کو مہنگا نہ کرو۔ ظاہر بات ہے کہ ایسے ماحول میں دین

(باقی صـ ۲۲ پر)

جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو

اور

کارکنوں کے فرائض

جمعیۃ علماء اسلام نام ہے اس جماعت کا جو ایک تابناک ماضی رکھتی ہے جس کی تاریخی حیثیت مسلم ہے۔ جس کے رہنماؤں اور کارکنوں کی طویل اور صبر آزما جد و جہد کے صدقہ اس ملک کو انگریزی جبر سے نجات ملی۔ جس کے موجودہ قائد نے چند ماہ کے دور حکومت میں وہ مثالی کارنامے سرانجام دیئے کہ مخالفین بھی داد دینے پر مجبور ہو گئے۔ جس کا رہنما آج بھی اسمبلی کے اندر اور باہر باٹ دار آواز اور بھاری بھر کم شخصیت کا مالک ہے، ایک ایسی شخصیت جو بکنے، جھکنے اور اصولوں پر مفاہمت کی قائل ہی نہیں اور یہی جماعت ہے جس کے کارکن رضاء الہی، خلق خدا کی بہتری اور اصلاح احوال کی خاطر جان و مال کی قربانی دینے میں اپنی مثال نہیں رکھتے، جو اپنی جد و جہد کا معاوضہ و اجر صرف خدا قادر و کریم سے مانگتے ہیں اور بس۔

اس جماعت کی تنظیم نو کے لیے آج کل ممبر سازی کا کام جاری ہے۔ سن ہجری کا پہلا مہینہ محرم الحرام ممبر سازی کا آخری مہینہ ہے۔ اس کے بعد ابتداء سے لے کر مرکز تک انتخابات کا مرحلہ طے ہو گا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے جری اور بہادر ساتھیوں نے اب تک اس ضمن میں کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا،

ہم تو اپنے دل کی بات لگی لپٹی رکھے بغیر آج آپ سے کہنا چاہتے ہیں

محترم ساتھیو! جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اشارہ کیا تم ایک تابناک ماضی کے مالک ہو، تم ہی ہو جو پیغمبر عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو بغیر کسی کمی بیشی کے مانتے ہو "ظاہرین علی الحق" جس طائفہ کے متعلق امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہمارے خیال میں اس کے تم ہی مصداق ہو، تمہاری تاریخ کے ابواب میں صحابہ کرام رض کا بے پناہ جذبۂ ایثار و قربانی، ائمہ اربعہ اور لاتعداد ائمہ دین کی صلابت دینی، ہزاروں

جلد ۲۱ ○ شمارہ ۳۵ ○ ۷۵ پیسے

بلاخوف لومۃ لائم ... حضرت مجدد الف ثانیؒ کا جذبۂ فدائیت، حضرت شاہ ولی اللہؒ ... اُن کے خاندان کی دینی غیرت، اکابرین دیوبند اور مجاہدین بالاکوٹ وشاملی کی بے مثل و بے نظیر قربانی جیسی چیزیں موجود ہیں۔

تقسیم ملک سے پہلے حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے جماعت کی تنظیم نو کے لیے از خود اہتمام کیا اور اپنی بوڑھی و ناتواں ہڈیوں کے ساتھ دہلی و دیوبند اور علی گڑھ وغیرہ مقامات پر گئے۔ پھر ان کے عزیز شاگردوں اور خدام نے جن میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک انجمن تھا اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور بالآخر انہوں نے انگریز کو بستر بوریا باندھنے پر مجبور کر دیا۔ تقسیم کے بعد بدلے ہوئے حالات میں یہاں انہی کے عزیز ترین شاگرد اور ان کی تحریک حریت (ریشمی رومال) کی ایک اہم کڑی شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اس کشتی کے کھیون ہار بنے جن کے رفقاء اور تربیت یافتہ لوگ آج بحمدہ آپ کی قیادت و رہنمائی کر رہے ہیں ان میں حدیث یار کے سب سے بڑے سکالر شیخ درخواستی ہیں تو فقہ و حدیث کے عظیم رمز شناس مفتی محمود بھی ہیں۔ ان میں جانشین شیخ التفسیر مولانا انور جیسے نرم دم گفتگو گرم دم جستجو بزرگ ہیں تو مولانا ایوب جان بنوری جیسے دانائے راز بھی ہیں۔ یہاں خانقاہ امروٹ کی دینی غیرت و حمیت کے وارث السید محمد شاہ امروٹی ہیں تو بلوچستان کے مردانِ غیور کی تابندہ نشانی مولانا محمد خان شیرانی بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں محدث لاتعداد مفتی و فقیہہ قرآن وسنت کے خادم، شیوخ طریقت عابد و زاہد اور مخلص و بیدار مغز لوگ موجود ہیں۔ ان حضرات کی قیادت و سرپرستی آپ کے لیے قدرت کا بہت بڑا انعام ہے اور پھر خدا کے فضل خصوصی سے پورے ملک میں ایک جیسی فضا ہے۔ آپ کے بزرگوں کا برابر کا احترام موجود ہے۔ حزب اقتدار ان کی دور اندیشی اور غیرت سے لرزہ براندام ہے تو حزب اختلاف احترام کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ایسے میں آپ کا فرض ہے کہ جو چند دن باقی ہیں ان میں مشنری جذبہ سے گلی گلی کوچہ کوچہ پھیل جائیں، ہر ایک سے ملیں، انہیں جماعت کا پروگرام بتائیں اور سمجھائیں اور حکمت و دانائی کے ساتھ دعوت کا کام کریں۔ آپ کی یہ جدو جہد پورے ملک میں ہو لیے اذبس ضروری ہے۔ آپ مشائخ، علماء، وکلاء، ڈاکٹر، حکماء، دانشور، مزدور، کسان سب کے پاس جائیں دینی انقلاب کی اہمیت واضح کریں تو انشاء اللہ ہمیں یقین ہے کہ مَنْ جَدَّ وَجَدَ کے اصول کے مطابق آپ برق و طوفان بن کر چھا جائیں گے اور ملک کی زمام اقتدار آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس کے بعد نہ مفاسد ہوں گے نہ بد اخلاقیاں ہوں گی نہ ظلم ہوگا نہ زیادتی ہوگی بلکہ دینی معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں ہر ایک امن و چین سے زندگی گزارے گا اور کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کرے گا۔ لیکن اگر خدا نخواستہ آپ نے یہ وقت گنوا دیا اور آپ نے بھرپور طریق سے جدو جہد نہ کی اور الحاد و دہریت، رفض و باطنیت اور تجدد و تفضل کے اٹھنے والے فتنوں کے آگے بند نہ باندھا تو آنے والا دور جہاں تمہارے لیے انتہائی مصائب و آلام کا دور ہوگا وہاں پوری نسل انسانی تباہی و بربادی کے عمیق غار میں پھنس کر رہ جائے گی اور اس کی تمامتر ذمہ داری اس اعتبار سے تم پر ہوگی کہ تم نے قدرت کا دیا ہوا موقعہ گنوا دیا۔ اور امامت و قیادت کا جو تاج جدو جہد سے تمہیں مل سکتا تھا تم نے اسے ضائع کر دیا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے۔

آخر میں بھی عرض کروں گا۔ ع

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

علوی ۹ محرم ۹۶ھ

یہ بھی ایک مسئلہ ہے

ہمیں سرگودھا کے بعض کتب فروش حضرات نے اطلاع دی ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے خبرنامہ کی اشاعت یکم دسمبر کے مطابق تعلیمی سال ۷۶-۷۷ء میں پانچویں، چھٹی اور نویں جماعت کے لیے نئی کتابیں تیار کی جا رہی ہیں۔ ان حضرات نے اس پر احتجاج کیا ہے کہ

(باقی ص ۲۳ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و تحریر : ادارہ

اسلام اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم

بعد از خطبہ مسنونہ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم -

حضرات ! آج کی معروضات کا تعلق بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص خلفاء راشدین سے ہے گزشتہ جمعہ میں نے بھی اور پھر رات مجلس ذکر کے موقعہ پر مولانا محمد اجمل صاحب نے صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمرؓ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بالخصوص رات مجلس ذکر کا خطاب تو بڑا ایمان افروز تھا۔

ذوالحجہ کا اواخر اور محرم کا ابتدائی حصہ بعض عظیم المرتبت بزرگوں کے واقعات سے بھرا پڑا ہے اور اس میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی ہے۔ جس نے واقعہ سے زیادہ افسانوی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اس ضمن میں اپنے' بیگانے سب ہی نے مخصوص کردار ادا کیا اور واقعہ شہادت کو ایسی شکل دے دی کہ خواہی نخواہی آنسو نکل آئیں اور کوئی اس کے بغیر نہ رہ سکے۔ اس معاملہ میں حقیقت کی تلاش اب اتنی مشکل ہے کہ باید و شاید؟ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ کی جس کا نام ہے "انسانیت موت کے دروازے پر"۔ اس میں آپ نے بعض اجل صحابہؓ کے آخری وقت کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ آخر میں ہے کہ حقیقت خرافات میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ مولانا بھی فرماتے ہیں کہ اب اصل کی تلاش بہت مشکل ہے کیونکہ یار لوگوں نے زیب داستاں کے لیے ایسی صورت پیدا کر دی ہے کہ تہہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ اتنا وقت تو ہے نہیں کہ تفصیلات عرض کی جائیں۔ مختصراً ضروری باتیں کہوں گا۔ کیونکہ ادھر اُدھر سے لوگ سنتے ہیں تو بسا اوقات سنی عوام خفت محسوس کرنے لگتے ہیں کہ شاید ہم ہی قاتل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ کرے ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے اعزہ کی محبت کے بغیر ایمان ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ جسے حضور علیہ السلام سے محبت ہے اسے آپ کے خاندان سے کیونکر محبت نہ ہو گی۔ ہم تو ہر چھوٹے بڑے صحابی کا حد درجہ احترام کرتے ہیں اور پھر جن حضرات کو قرابت نبویؐ میسر ہے ان کا کیسے احترام نہ کریں؟ اور پھر حضرت حسین جو حضور علیہ السلام کے انتہائی پیارے اور محبوب ہیں ان کا احترام تو ازبس ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ ایک گورنر کو تحریر لکھ رہے ہیں۔ ایک بچہ کھیلتا کھیلتا آپ کی گود میں آ گیا۔ آپ بڑے سخت مزاج تھے لیکن کافروں کے لیے اور مسلمانوں کے لیے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا مصداق تھے اور بچوں کے لیے تو حضور علیہ السلام نے ویسے ہی شفقت و محبت کا ارشاد فرمایا ہے مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَ لَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا اور اسلام تو کافروں سے بھی نفرت نہیں سکھاتا ، ہاں انہیں جو کفر کی بیماری ہے اس کی اصلاح و علاج کا ضرور کہتا ہے۔ اس کے باوجود حال یہ ہے کہ یورپ اسلام کے بزور شمشیر پھیلنے کا طعن دیتا ہے۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک منٹ کے لیے تمہاری بات مان لیتا ہوں کہ اسلام اسی طرح زور سے پھیلا لیکن یہ حضرت سید علی ہجویریؒ ، خواجہ اجمیریؒ وغیرہ اکابرین امت جنہوں نے لاکھوں لوگوں کو کلمہ اسلام پڑھایا۔ ان کی فوجیں کیا تھیں؟ کہاں تھیں؟ اور ان کے پاس کیا

تھا۔ ان لوگوں کے پاس مروت، اخلاق، سچائی اور دیانت کی توپ و تلوار تو ضرور تھی باقی کچھ نہ تھا۔ اخلاق سے بات بنتی تھی اور اہل اللہ اخلاق کی تعمیر کا خاص خیال رکھتے۔ میں دیوبند سے گھر چھٹیوں پہ آیا تو والدہ محترمہ نے فرمایا کہ حافظ حمید اللہ صاحب کو ہمراہ لے جانا۔ وہ چھٹی جماعت کے طالب علم تھے اور امتحان سر پر تھا میں نے کہا سال ضائع ہوگا امتحان تو دے لیں۔ حضرتؒ نے بھی فرمایا لیکن والدہ محترمہ نے کہا کہ اس کی داڑھی اترنے والی ہے لڑکے مزاح کریں گے۔ اگر یہ کوئی حرکت کر بیٹھا تو آپ کو کتنی تکلیف ہوگی؟ حضرتؒ والدہؒ کی بات سے متاثر ہوئے اور فرمایا۔ ساتھ لے جانا۔ پھر وہ خدا کی قدرت و عنایت سے ایسے صوفی ہوئے کہ ہم سے بھی کئی گنا آگے بڑھ گئے۔

اسی طرح حسن تربیت کا واقعہ حضرت مدنیؒ نے لاہور میں بیان فرمایا تقریر میں، تو میرے ماموں نصیر احمد صاحب سن رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہندوستان کے شاعر تھے عبدالقادر بیدلؔ۔ بڑے چوٹی کے شاعر تھے۔ وہ تصوف میں بڑی اونچی باتیں کرتے۔ اس سے متاثر ہوکر کوئی زیارت کو آگئے۔ دیکھا تو داڑھی منڈوا رہا ہے۔ غم میں آکر فرمایا۔ آغا! ریش مے تراشی؟ داڑھی منڈواتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ بلے ریش مے تراشم، دل کسے را نم خراشم۔ داڑھی منڈوا رہا ہوں کسی کا دل زخمی نہیں کرتا۔ انہوں نے جواب دیا۔ "دل رسول اللہؐ رامے خراشی" کہ تو خدا کے رسول برحق کے دل کو زخمی کر رہا ہے ــــ بات سمجھ آگئی کہا!

ــ جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہم راز کردی

بدقسمتی یہ ہے کہ آج لوگ اسلام کا نام بھی لیتے ہیں داڑھیاں بھی منڈواتے ہیں، بداخلاقیاں بھی کرتے ہیں، آدھا تیتر آدھا بٹیر والی صورت بن گئی اس سے بات نہیں بنے گی۔ خدا تو کہتا ہے۔ اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً اسلام میں داخل ہونا ہے تو پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ نیمے دروں نیمے بروں والی کیفیت نہ ہونی چاہیے۔ آج نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ صحیح تجارت نہ صحیح زراعت، بلکہ ہمارے اعمال اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں خدا بچائے۔

داڑھی کی بات آئی تو ایک بات عرض کر دوں کہ حضرت مدنیؒ کے پاس سبق میں چٹ آئی کہ بعض لوگ کہتے ہیں داڑھی سنتِ رسولؐ نہیں عربوں کا طریق ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ جو حدیثیں بھری پڑی ہیں ان کا کیا جواب ہوگا؟

پھر داڑھی کی مقدار کی بات آئی کہ ایک قبضہ ہے تو حضرت لاہوریؒ کی داڑھی تو لمبی ہے؟ اور آپ کی قبضہ ہے تو کس کی مانیں؟ پھر اور بھی رقعے آئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میاں! اصل حدیث تو یہی ہے کہ داڑھی کو بالکل چھوڑ دو اور مونچھیں کٹاؤ۔ تو حضرت لاہوریؒ کا عمل عزیمت پہ ہے ہمارا عمل رخصت پر ہے۔

اب بدقسمتی یہ ہے کہ اب جو حجاز جانا ہوا تو ہمارے علاقہ کے لوگ ان کی لمبی داڑھیاں ہیں تو بعض عرب اپنی کم علمی سے انہیں یہود کا عمل قرار دیتے ہیں گویا وہ بدقسمتی سے الٹ سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ حضور علیہ السلام نے لمبی داڑھی کو یہود کی مخالفت قرار دیا۔

حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے آدمی تھے۔ حضرت ان کا بہت احترام کرتے انہوں نے واقعہ سنایا کہ ہم لوگ حضرت کے پاس گئے تو ذہن میں سوال آیا کہ ہمارے اکابر کی داڑھی مٹھی بھر تھی حضرت کی زیادہ ہے۔ آج سوال کریں گے لیکن میں اور میرے مہتمم صاحب جب حضرت کے کمرہ میں بیٹھے تو گویا گنگ ہوگئے۔ منہ سے بات نہ نکلے۔ تو حضرت اٹھے اور مشکوٰۃ شریف اٹھا لائے متعلقہ حدیث پہ حاشیہ پڑھا تو اس میں یہی لکھا تھا کہ تقوے اور عزیمت تو یہی ہے جو میرا عمل ہے البتہ فتوے اور رخصت قبضہ کی ہے۔ ہم حضرت کی اس کرامت سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی غلطی پر ندامت و شرمندگی ہوئی۔

تو ہمارے بزرگوں میں ایک خوبی یہ بھی تھی یعنی آپس میں پیار و محبت، ایک دوسرے کا احترام۔ اسی سے انسانیت قائم رہتی ہے اور اس سے آدمی بڑا بنتا ہے۔ حدیث میں دعا ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنی آنکھوں میں چھوٹا اور خلق خدا کی آنکھوں میں بڑا بنا۔ ہمارے حضرت "احقر الانام" لکھتے ــ تو

فرماتے واقعہ بھی ہے میں تکلف سے نہیں لکھتا - فرماتے ہیں کہ چالیس بار شیخ کی خدمت میں رہا اب تک شیطان مجھ پہ حملہ آور ہوتا ہے اور کبھی کبھار وہ دھوکہ دیتا ہے کہ تو بڑی اچھی تقریر کر رہا ہے وغیرہ ذالک - تو میں اس کو ڈانٹتا ہوں کہ کم بخت! تو کیا اور تیری تقریر کیا؟ ابھی خدا فالج گرا دے، زبان بند ہو جائے تو کیا کرے گا -؟ حضرتؒ کے متعلق ہمارا تصوّر و خیال پختہ ہے کہ اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی - صغائر سے بھی بچایا لیکن ان کا حال یہ ہے کہ گناہوں کا ٹائم ٹیبل بنا رکھا ہے اور ہر وقت خدا سے پناہ مانگتے ہیں اور ہم، نیکی تو پلے نہیں برائیاں ہی برائیاں ہیں - اس کے باوجود فرضی نیکیوں پر اتراتے اور ان کی نمائش کا اہتمام کرتے ہیں اور پھر شیطان پر لعنت کرتے ہیں حالانکہ غلطیاں خود کرتا ہے -

بات دُور نکل گئی - عرض کر رہا تھا صحابہؓ کی بات، صحابہ کرامؓ نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور اس کی سربلندی کے لیے جو جد و جہد کی وہ اپنی مثال آپ ہے — حضرت عثمانؓ نے بے پناہ ایثار و قربانی کر کے دنیا کو خونریزی سے بچایا - اصل میں ان لوگوں کا عمل ارشاد پیغمبرؐ پہ تھا جو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم میں قرآن و سنت دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان پہ عمل کروگے تو گمراہ نہ ہوگے - وہ اسی راہ پہ چلے اور یہی راہ درمیانی راہ ہے جو خدا کو پسند ہے افراط و تفریط تباہ کن ہے۔ دیکھئے ایک گروہ نے حبِ اہل بیت میں حضرت علیؓ کو خدا کے درجہ تک پہنچایا دوسرے نے ان کو تمام مفاسد کی جڑ بتلایا (معاذ اللہ) یہ دونوں رائیں غلط ہیں صحابہ کرامؓ کی عزت و عظمت از بس ضروری ہے ان پہ نقد و جرح بالکل غلط ہے - باقی اس معاملہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ سب سے بڑے محقق ہیں وہ فرماتے ہیں کہ شہادت عثمانؓ کے بعد امت کبھی متفق نہیں ہوئی -

اس کے بعد کچھ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوگئے کچھ ان کے مخالف - آخر تین اشخاص عمرو بن تمیمی نے گورنر مصر حضرت عمرو بن عاص کو، برق ابن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہؓ کو اور عبدالرحمٰن نے حضرت علیؓ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا - ایک ہی دن ایک ہی وقت میں یہ منصوبہ پروان چڑھانا تھا لیکن حضرت علیؓ پر وار کامیاب ہو گیا باقی دونوں بچ گئے - حضرت علیؓ کے بعد چند ماہ حضرت حسنؓ نے کارِ خلافت سنبھالا - بعد میں امیر معاویہؓ سے صلح ہوگئی اور امت پھر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہوگئی - حضور علیہ السلام نے حضرت حسنؓ کے متعلق فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے - خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں مصالحت کرائے گا -

امیر معاویہؓ مدت تک خلیفہ رہے - ان کے بعد یزید بر سرِ اقتدار آیا تو پھر افسوسناک صورت حال پیدا ہو گئی - اہل کوفہ نے حضرت حسینؓ کو بار بار لکھا لیکن اکابر صحابہ چچازاد بھائی حضرت عباسؓ نے روکا کہ وہاں نہ جائیں لیکن تقدیر کا معاملہ ہونے والا تھا وہ ہو کر رہا۔ راستہ میں جو بھی ملا اس نے روکا اور کم از کم یہ کہ بچے واپس کر دو لیکن تقدیر کا لکھا ہو کر رہا - اب جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا کہ واقعہ تو ہو گیا زیب داستان کے لیے افسانوی رنگ آ گیا اور ایسا کہ تلاشِ حقیقت مشکل ہے - اب اس مسئلہ میں خاموشی ہی بہتر ہے اور یہی صحیح بات ہے - اس پر جرح، نقد وغیرہ میں بات الجھتی ہی ہے سلجھتی نہیں اس لیے قرآن کے ارشاد کے مطابق اس اور اس قسم کے واقعات کو خدا کے سپرد کر دیا جائے اور قیامت کا انتظار کیا جائے یہ اور اس قسم کے واقعات کی بنیاد پہ امت میں انتشار و افتراق کا بیج بونا کوئی عقلمندی نہیں بلکہ یہ امت سے دشمنی ہے اور ہم تو اس معاملہ میں ایسے حساس ہیں کہ ہمارے بزرگ ان دنوں میں صحیح واقعات کے بیان کو بھی مناسب نہیں سمجھتے - ضمنی بات اور ہے بس اس میں نصیحت و عبرت کے سامان کی تلاش چاہیے اور ایک دوسرے پہ الزام تراشی اور طعن بازی وغیرہ غلط ہے -

افسوس اس کا ہے کہ ان دنوں سینما بند، ٹی وی، ریڈیو کے مخصوص پروگرام بند - اور اعمال مخصوصہ کی کھلی چھٹی - جبکہ سینما، ٹی، وی، ریڈیو تو مستقل طریق سے بند ہونے ضروری ہیں - اور مزہ کی بات یہ ہے کہ ایران جیسے ملک میں محرم کے مخصوص اعمال سرِراہ و بازار نہیں ہوتے گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں کریں - لیکن ہماری حکومت کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے -

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مجلسِ ذکر

ماہ محرم کی نو چندی جمعرات کو مجلس ذکر حضرت جانشین شیخ التفسیر مدظلہم نے خود کرائی پھر آیت کریمہ پڑھی گئی اس کے بعد خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب نے تقریر فرمائی جو ھدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ الآیہ۔

قال علیہ السلام اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔ وقال علیہ السلام۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ وقال علیہ السلام لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ وقال علیہ السلام اَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ وقال علیہ السلام اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعَمْرِو بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ۔ صدق اللہ۔

صدیق عکس حسن کمال محمد است
فاروق ظل جاہ جلال محمد است
عثمان ضیاء شمع جمال محمد است
حیدر بہار باغ خصال محمد است
ایمان ما اطاعت خلفائے راشدین
اسلام ما محبت آل محمد است

مختصراً سیدنا عمر فاروق رضؓ کے متعلق عرض کرنا مقصود ہے۔ اس عنوان کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سن ہجری کی ابتدا و انتہا عجیب و غریب ہے یعنی مصائب اور پریشانیاں۔ سال کے آخر میں خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو یکم محرم کو خلیفہ ثانی حضرت فاروقؓ اور چند دن بعد حضرت حسینؓ۔

آج یہ تاثر عام ہے کہ بس سب کچھ حضرت حسینؓ ہیں۔ ہم اپنے عقیدے کا اظہار کر چکے ہیں کہ ہمارا ایمان خلفائے راشدین کی اطاعت اور ہمارا اسلام اہل سنت کی محبت ہے۔ بعض حضرات اہل بیت کو صرف پنجتن میں منحصر کرتے ہیں لیکن اس میں سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی بیویاں ہیں پنج تن تو اولاد ہے۔ وہ شامل ہو جائیں بیویاں نہ ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہیں تو قرآن مائیں کہتا ہے وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّھٰتُھُمْ (الاحزاب) آج کچھ حضرات حضرت علیؓ کے نام پر اودھم مچاتے ہیں حالانکہ وہ بھی عائشہؓ کے بیٹے ہیں۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹے ہیں تو عائشہؓ کے کیوں نہیں؟

آپ دور دراز سے یاد الٰہی کے لیے آتے ہیں خدا ہمارے اس مرکز کو تا ابد قائم رکھے اور حضرت کا سایۂ عاطفت قائم رکھے۔ خدا اس جانے آنے کو قبول فرمائے۔ حقیقت میں وہ توفیق ہی اس کو دیتے ہیں جس سے راضی ہوں۔ آپ دین سیکھنے آتے ہیں اس لیے میرا خیال ہے کہ کچھ مسائل عرض کر دوں۔ اگر کوئی بیمار بیوی کے لیے دوا لینے جا رہا ہو۔ اور راستہ میں کوئی دوست ملے اور پوچھے کہاں؟ تو کہے گا گھر والی یا گھر والے بیمار ہیں دوا لینے کے لیے جا رہا ہوں۔ بچے بیمار ہوں تو گھر والے یا گھر والی کوئی نہیں کہتا اور یہ اردو کی بات نہیں قرآن میں دلیل موجود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ و سارہ کے پاس فرشتے اولاد کی خوشخبری کے لیے آئے تو اس میں سارہ کے تعجب پر فرشتوں نے جو جواب دیا اس میں کہا۔ اے "اہل بیت"! تو اللہ کے معاملہ و قدرت پر تعجب کرتی ہے؟ خدا اسباب کا محتاج نہیں اسباب تو اس کے ماتحت ہیں۔ افسوس کہ آج لوگوں نے خدا کو ریٹائر سمجھ لیا ہے۔ سارے اختیارات ولیوں کو دے دیے ہیں۔ خدا کی ساری مخلوق میں سب سے اعلیٰ و افضل حضرت محمد کریم علیہ السلام ہیں۔ یہ عقیدہ کی بات ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

لیکن وہ بھی خدا ہی سے مانگ رہے ہیں۔ تو عقیدہ درست کر لو۔ ساری طاقتوں کا مالک سب کچھ کرنے والا

صرف اللہ ہے۔

آیت کریمہ کا آپ نے ورد کیا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے زیادتی ہوئی معاف کردے تو ہی تو ہے۔ انہوں نے ابراہیمؑ و آدمؑ کسی بڑے کو نہیں پکارا! مولانا انور نے فرمایا کہ مٹی کی آگ میں ایک پڑوسی ملک کا زیادہ نقصان ہوا وہ اس وقت بھی خدا کے بجائے علیؓ عباسؓ فاطمہؓ! امداد کن جیسے کلمے کہہ رہے تھے۔ خدا بچائے ایسے وقت میں بھی خدا یاد نہیں اور جگہ وہ جہاں کا ترانہ ہی لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ہے۔

تو عرض کر رہا تھا یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں خدا کو پکارتے ہیں اور خدا کہتا ہے کہ مجھے نہ پکارتے تو لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قیامت تک وہیں رہتے۔ تفاسیر میں ہے کہ جب مچھلی انہیں لے کر دریا میں گئی تو ذرات بھی تسبیح خدا میں مصروف تھے۔ دنیا کی ہر چیز تسبیح میں مصروف ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر چیز اس کی یاد میں مصروف ہے لیکن اشرف المخلوقات انسان کتنا غاصب ہے کہ خدا کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے۔ العیاذ باللہ!

تو بہرحال یہ خدا کی دین ہے جس کو عطا فرما دے اور وہ تو کریم ہے فرماتا ہے۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا رفیق و جلیس ہوتا ہوں۔ اور قرآن میں ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ تو ان مجالس میں ذوق و محبت سے آیا کرو پتہ نہیں کب بلاوا آجائے۔

مدارک میں ہے کہ خلیفہ منصور عباسی کی خواہش تھی کہ زندگی کا مجھے پتہ چل جائے۔ منصور نے عزرائیل علیہ السلام سے خواب میں پوچھا میری عمر کتنی ہے؟ انہوں نے پانچ انگلیاں کھول کر دکھا دیں۔ آنکھ کھل گئی۔ پانچ سے کیا مراد ہے؟ پانچ صدیاں، پانچ سال، پانچ ہفتے؟ آخر امام اعظم ابوحنیفہؒ سے خواب کی تعبیر پوچھی تو فرمایا۔ کہ یہاں آیت قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ سورۂ لقمان کی آخری آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔ خدا کے پاس ہی قیامت کا علم ہے۔ غیروں کے لیے علم غیب ثابت کرنے والے سوچیں عالم الغیب والشہادہ صرف خدا ہے، نبیوں کو بتلایا ذاتی طور پر وہ نہیں جانتے اور بتلایا بھی اتنا جتنی ضرورت تھی۔ تفاسیر میں ہے جناب خضر علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو چڑیا کو دیکھا چونچ میں پانی لے رہی ہے تو فرمایا کہ اس قطرہ کو جو سمندر سے نسبت ہے وہی نسبت دنیا بھر کے علوم کو خدا کے علم سے ہے۔ وہاں تو یہ حالت ہے کہ حضور کی قسم کا راز کھل گیا تو حضور علیہ السلام نے پوچھا میں نے منع جو کیا تھا۔ تو بیوی نے کہا آپ پر کیسے عقدہ کھلا؟ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا تو فرمایا۔ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ حضور علیہ السلام کی بیوی نے یہ نہیں کہا کہ آپؐ تو حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں؟ نہ بیوی کا عقیدہ تھا نہ میاں کا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لیے فرمایا کہ مجھے علیم و خبیر نے بتلایا۔ بتلانے والا چاہیے تو کرتہ کی خوشبو آجائے نہ بتلائے تو پاس کنوئیں میں خبر نہ ہو۔ تو مسئلہ یہ نکلا کہ ہر بات کو ہر حال میں جاننے والا اللہ ہے۔ ضرورت پڑی تو نبیوں کو دیا، کتنا دیا؟ کس کے پاس ترازو نہیں اور حاضر و ناظر بھی اللہ ہے۔ آج ظالموں نے لکھ مارا کہ اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے۔ اور حاضر و ناظر تو نبی ولی ہیں۔

دوسروں کو دیکھو وہ صحابہؓ کی دشمنیاں ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کیسی دشمنیاں، کس کی دشمنیاں وہ تو آپس میں شیر و شکر تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی میرے غسل میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ کو شامل کرنا۔ اسماء بنت عمیسؓ۔ یہ حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان سے حضرت صدیقؓ کا بیٹا محمد پیدا ہوا۔ یہ چھوٹے تھے کہ ان کی والدہ پھر حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں تو حضرت علیؓ نے اس محمد کی پرورش کی۔ بات بڑھ جائے گی میں بتلا نہیں سکتا کہ رحماء بینھم کا مظاہرہ کیسے ہوا؟ جناب باقر سے کسی نے چاندی کے دستہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جائز کہا اور دلیل میں صدیق اکبرؓ کا عمل پیش کیا۔ اس نے حیرت ظاہر کی کہ آپ اور ابوبکرؓ کا عمل؟ تو انہوں نے اچھل کر فرمایا۔ ہاں صدیقؓ کہتا ہوں اور جو انہیں نہیں کہے گا نہ اس کی دنیا میں خدا تصدیق کرے گا نہ آخرت میں۔ ان کی کتابیں ہیں ثابت نہ ہوں تو ہم مجرم!

حضرت فاروق اعظمؓ کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ کی بیٹی عن بطن فاطمہ جنابہ ام کلثومؓ سے چالیس ہزار درہم

خود پڑھ نکاح کیا۔ ام کلثوم کبریٰ کے ساتھ نکاح ہوا۔ ایک ام کلثوم صغریٰ بھی ہے۔ پہلے تو انکار کرتے رہے۔ جب ہم نے "کافی" جیسی کتاب سے ثابت کیا تو کہا چھین کر لے گئے۔ معاذ اللہ۔ اگر یہی ہے تو پھر اسداللہ کیسے؟

آج افسوس ہے کہ مجالس عزا تو ٹی وی، ریڈیو پر نشر ہوں لیکن صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ کا تذکرہ تک نہیں۔ خالی عمرؓ ہی اتنے بڑے محسن ہیں۔ ایک ہزار ۳۶ شہر فتح ہوئے، ایران بھی انہوں نے فتح کیا۔ شام فلسطین سب انہوں نے فتح کئے ۲۲ لاکھ ۵۵ ہزار مربع میل پر حکمرانی کی انتظام اور حسن کارکردگی سے دشمن متاثر ہوتے ایک عیسائی گھوڑا لے کر آیا۔ حضرت دفتر میں بیٹھے کام کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ آیا بات نہ بنی واپس چلا گیا۔ پھر آیا چونگی والے نے دوبارہ محصول طلب کیا —— یہ گھوڑا وہیں باندھ کر دربار فاروقی میں گیا۔ بتلایا کہ سال میں دوسری مرتبہ آیا ہوں تو محصول دوبارہ مانگ رہا ہے۔ آپ نے کہا جاؤ۔ عیسائی کو غصہ آیا کہ کوئی بات نہیں اور جانے کا حکم ہے۔ مجبوراً چلا گیا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے چونگی والے کے پاس آرڈر پہنچ چکا تھا۔ یہ اتنا متاثر ہوا کہ اس چونگی محرر کے ہاتھ پر ہی مسلمان ہو گیا یہ خلافت تھی، یہ حکومت تھی۔

تو ہم ان بزرگوں کا تذکرہ اپنا فرض سمجھ کر کرتے ہیں اور ان کے تذکرہ سے اعراض مجرمانہ غفلت ہے۔ یہ نہ ہوتے اسلام نہ ہوتا۔ آج اسلام کی رونق ان کے صدقہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں کنویں سے ڈول نکالے، پھر ابوبکرؓ نے نکالے۔ ایک یا دو، پھر حضرت عمرؓ آئے تو ڈول بڑا ہو گیا اس عبقری نے اتنے ڈول نکالے کہ سب سیراب ہو گئے۔ تعبیر پوچھی تو فرمایا "علم" اس کی تعبیر ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ لوگ دیکھے کسی کی قمیض نصف بدن پہ، کسی کی اور نیچے اور عمرؓ کی بہت لمبی کہ لٹک رہی ہے۔ تعبیر فرمائی کہ سراپا دین ہے۔ آج جو نعرۂ تکبیر لگ رہا ہے اس کا ابتدائی ثواب اسی بہادر کو ہو رہا ہے کہ پہلے یہ نعرہ اس کے اسلام پہ لگا۔ جب تک یہ نعرہ لگے گا فاروقؓ ثواب میں برابر شریک ہوں گے اور یہی نعرہ اصلی ہے۔ باقی ایجاد بندہ ہے

اس نعرہ میں خدا کی عظمت و برتری ہے۔ اس خوشی پر جبریلؑ آئے بتلایا آسمان پہ بھی خوشی و مسرت کا سماں ہے۔ وہاں بھی جشن ہے۔ وہ آج پہلوئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہیں۔ اور بارگاہ رسالت میں ہر حاضر ہونے والے کو دربار شیخین میں جانا پڑتا ہے نہیں جاتا تو وہ بھی تسلیم نہیں کرتے۔ فرمایا میرے دو وزیر ہیں آسمان میں دو زمین میں اور ہر نبی کا یہی حال ہے۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ آسمان کے ابوبکرؓ و عمرؓ زمین کے۔ ترمذی میں ہے آپ آئے ابوبکرؓ و عمرؓ ساتھ ہیں فرمایا ہم قیامت کو اسی طرح اٹھیں گے۔

دوستو! فاروقؓ وہ ہیں جن کی رائے پر قرآن اُترا۔ یہی تو وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ پہلی آیت جو اتری وہ خانہ کعبہ کے متعلق ہے کہ اس میں مقام ابراہیمؑ ہے جہاں ابراہیمی قدموں کے نشان ہیں۔ یہ جگہ حضور علیہ السلام نے عمرؓ کو بتلائی تو آپ نے نماز کی خواہش ظاہر کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابھی حکم نہیں۔ شام کو وحی اتری۔ عمرؓ کو بلا کر خدا کا حکم سنا دیا۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔ چنانچہ اب وہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

شراب کے متعلق پہلی آیت اتری جو سورۂ بقرہ میں ہے کہ اس میں منافع ہیں لیکن نقصان زیادہ تو سلیم الفطرت حضرات نے چھوڑ دیا۔ صدیقؓ جیسوں نے عثمانؓ جیسوں نے تو جاہلیت میں بھی نہیں چھوئی۔ اور سلیم الفطرت نے اب چھوڑ دیا۔ عمرؓ نے بیان شافی کی درخواست کی تو آیت اتری کہ حالت نشہ میں نماز کے پاس مت جاؤ۔ پھر درخواست کی تو عمرؓ کی درخواست پر وحی آئی۔ جس میں خدا نے واضح کر دیا کہ شراب وغیرہ شیطانی کام ہیں ان کو چھوڑ دو۔ فَاجْتَنِبُوهُ اور فرمایا۔ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ۔ باز آؤ گے یا نہیں۔ فاروقی جملے سنو۔ عرض کیا اِنْتَهَيْنَا يَا رَبَّنَا! اے اللہ! ہم باز آ گئے۔ اس موقعہ پہ رقعہ آیا کہ کچھ لوگ علماء دیوبند کو گالیاں دیتے ہیں اس پر مولانا نے فرمایا۔ خدا کا خوف کرو وہ لوگ عابد تھے، زاہد تھے، ولی تھے۔ حضرت لاہوریؒ جانتے ہو۔ امیر محمد خاں نے آرڈر بھیج دیا چھ ماہ درس بند، اسی کی پشت پر لکھ دیا۔ مسجد میں درس ضرور دوں گا۔ ان کی

مثال لاؤ۔ امیر محمد خان نے لڑکے کا نکاح کرایا۔ بار بار آئے تو چلے گئے نکاح کے بعد وہ روٹی میں مشغول ہو گئے حضرت واپس آ گئے وہ بعد میں دو ہزار روپے لے کر آئے، ان کے خاندان کی مستورات حضرت کی خادم تھیں وہ لے کر آئیں شدید اصرار کیا تو حضرت رح نے خدام الدین کی رسید کٹوا کر ادارہ میں رقم داخل کر دی خود نہیں لی۔ ظالمو! ان کو برا کہتے ہو، اسی شیخ نے سات دن جہاز میں کھانا نہیں کھایا کہ عملہ بے نماز ہے تبلیغ کی، سمجھایا نہ مانے تو روٹی نہیں کھائی۔ آج تو ہماری بیویاں بے نماز ہیں اور ہم ان کے چٹ پٹے کھانے کھا لیتے ہیں اثر کیسے ہو؟ اولاد کو بیویوں کو تبلیغ کرو۔ فرض ادا کرو۔ دنیا کے معاملہ میں ہر سختی نرمی کرتے ہو، دین کے معاملہ میں کیوں نہیں؟

ہاں تو عمرؓ کی بات تھی دوپہر کو حضور علیہ السلام نے غلام بھیج کر بلوایا۔ اب تک گھر میں داخلے کے لیے اجازت کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، بے تکلفی کے عالم میں سو رہے ہیں۔ غلام اندر چلا آیا۔ اب آپ غیرت مند ہیں اور بہت غیرت مند، ایسے غیرت مند کہ حضور علیہ السلام سفرِ معراج میں جنت کے مشاہدہ کے دوران ان کے خوبصورت ترین محل میں نہیں گئے۔ اس پر عمرؓ نے عرض کی کہ آپ پہ غیرت کھا سکتا ہوں؟ — تو ہاں غلام چلا آیا۔ اس نے پیغام دیا کہا چلو میں آیا۔ عرض کیا مولا! ان غلاموں کے لیے بھی پابندی لگ جائے کہ بغیر اجازت اندر نہ آئیں تو کیا اچھا ہو۔ یہ خیال لے کر دربارِ نبوت میں گئے تو جبرئیل پہلے موجود تھے پارہ ۱۸ سورۂ نور۔ کہ اے ایمان والو! تمہارے غلام بھی تم سے تین وقت اجازت مانگیں، عشاء کے بعد، فجر سے پہلے اور دوپہر! اسی سورۃ میں حضرت عائشہؓ پر بہتان کا تذکرہ ہے۔ منافقین نے بہتان باندھا حضرت ابوبکرؓ باپ تھے۔ ان کے بغیر صحابہؓ سے مشورہ لیا فاروقؓ کی بات سنی۔ عرض کیا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ اور جب قرآن نے عائشہؓ کی صفائی دی تو بعینہٖ یہ لفظ دہرائے۔ یہ امتیازی خصوصیت ہے اس کے باوجود درجہ پہلا صدیقؓ کا ہی ہے اس کی وجہ حدیث میں ہے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ حضور علیہ السلام کا سر عائشہؓ کی گود میں تھا۔ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا عرض کیا اتنی کسی کی نیکیاں ہوں گی؟ فرمایا ہاں۔ عرض کی کس کی؟ فرمایا عمرؓ کی پوچھا۔ فَأَيْنَ حَسَنَاتُ أَبِي بَكْرٍ، يَا رَسُولَ اللهِ؟ کہ میرے باپ کی نیکیوں کا کیا ہوا؟ فرمایا تیرے باپ کی ایک نیکی غالب ہے۔

ہاں تو حضور علیہ السلام نے عائشہؓ کے متعلق رائے پوچھی تو عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! ایک دفعہ آپ نے عین نماز کے دوران موزہ اتارا تھا بعد از سلام وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں نجاست تھی۔ جبریلؑ نے خبر دی میں نے اتار دیا۔ اے اللہ کے پیغمبر! جو رب ذرا سی نجاست برداشت نہیں کر سکتا وہ آپ کے پہلو میں ناپاک عورت کیسے رہنے دے گا؟ دوسری روایت ہے پوچھا نکاح آپ نے اپنی مرضی سے کئے یا خدا کی مرضی سے؟ فرمایا سب خدا کی مرضی سے۔ عرض کیا۔ پاک خدا پاک نبی کے لیے ناپاک بیوی منتخب نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھ سکتی اور تھا بھی ایسا ہی اور تعجب نہیں۔ کیونکہ خدا ان جانوروں کو بھی سمجھ دیتا ہے۔ حرم کے کبوتر چھت سے نہیں گزرتے اور بیمار کبوتر غلاف سے چمٹ کر صحت حاصل کرتے ہیں۔ سورہ نمل میں نمل اور ہدہد کی بات دیکھ لو۔ ہدہد نے کہا کہ میں وہ بات جانتا ہوں جو اے سلیمان! تو نہیں جانتا۔ جب ہدہد دربار میں آیا تو اس کی چونچ پکڑ کر ہلائی۔ اس نے کہا سلیمان! آپ کو بھی بڑے کے دربار میں حاضر ہونا ہے تو سلیمان علیہ السلام لرز گئے۔ پھر پوچھا۔ کہاں گئے تھے؟ اس نے قصہ سنایا تو آپ نے رقعہ لکھا تاکہ تصدیق ہو سکے إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ۔ سلیمان کا خط ہے وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ۔ سرکشی مت کرو، میرے تابع ہو کر آ جاؤ۔ یہاں بھی علماء نے بحث کی کہ خدا کا نام پہلے چاہیے تھا سلیمان علیہ السلام نے اپنا لکھا۔ علماء جواب دیتے ہیں۔ کافرہ عورت کو خط تھا ممکن تھا کہ وہ برستی اس لیے خدا سے پہلے اپنے کو پیش کیا کہ برسنا ہے تو مجھ پہ برسو۔

بات حضرت عمرؓ کی ہو رہی تھی امہات المومنین کی موجودگی میں لوگ آ کر مسئلے پوچھتے۔ عمرؓ پسند نہ کرتے۔ عرض کرتے یا رسول اللہ! پردہ ہو۔ فرمایا حکم نہیں آیا۔ عمرؓ نے بار بار عرض کیا تو حکم آ گیا کہ پوچھنا ہے تو پس پردہ پوچھو۔ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ

حجاب۔ اور اب انگریز کی تہذیب کا نقشِ اثر کہ اس نے تعلیم کے نام پہ قوم کو برباد کر دیا۔ دوپٹہ غائب، بازو چھوٹے، تنگ لباس اِنا للہ۔ اور وہاں حکم ہے کہ اے نبی! بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ بڑی چادریں گھونگھٹ نکال کر جاؤ تاکہ شرافت کی پہچان ہو سکے۔ معلوم ہوا بے پردہ شریف نہیں۔ حضور علیہ السلام نے نابینا صحابی سے پردہ کرایا۔ آج دل کی صفائی کی باتیں کرتے ہیں کہ بس جی دل صاف ہو۔ اور خدا نے بیگانہ عورت کو بات کرنے کا بھی ڈھنگ سکھایا کہ تیری آواز میں قدرتی لچک ہے لہذا ضرورۃً جب کسی سے بات کرنا ہو تو پردہ کے پیچھے اور روکھے پن سے کرو تاکہ بچارہ دل میں لالچ نہ پیدا ہو۔ حضور علیہ السلام رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھانے چلے تو عمر بار بار عرض کرتے ہیں کہ ایسا نہ فرمائیں۔ عمر کی جرأت کا راز ان کا مراد محمد ہونا ہے جب کہ باقی مرید ہیں تو اس موقعہ پہ اللہ نے تائید کی کہ اے پیغمبر! اس قسم کے لوگوں کا نہ جنازہ پڑھیں نہ ان کی قبر پہ جائیں (سورۃ توبہ)

ضرورت عمرؓ کا نام لینے کی نہیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ضرورت ہے۔ آج دین یتیم ہے، مظلوم ہے اور ہمیں فکر نہیں۔ کاروبار کی ہے، ملازمت کی ہے، کھیتی باڑی کی ہے، اسلام کی نہیں۔ یہ علماء یونہی میدان میں نہیں نکلے۔ الیکشن آ رہے ہیں تمہاری بھی ذمہ داریاں ہیں فیصلہ کر لو کیا کرنا ہے۔ حضرت لاہوریؒ کی جماعت جمعیۃ علماء اسلام ہے، ان کی یادگار ہے۔ حضرت دین پوری فرماتے ہیں کہ جمعیۃ کا ساتھ اس لیے دیتا ہوں کہ میرے پیر و مرشد کی جماعت ہے۔ اب پیر و مرشد سے اتنا ہی واسطہ نہ رکھو کہ ساری اکبری منڈی کا سودا یہاں لا کر دم کرا لو اور بس۔

آج سب سے بڑا ذکر یہ ہے کہ دین اسلام کی ترویج و سربلندی کے لیے کٹ مرو، کسی قربانی سے دریغ نہ کرو۔ اگر دین تمہاری قربانی سے بچتا ہے تو سودا سستا ہے۔ رہ گئی کامیابی و ناکامی کی بات تو اس کے ٹھیکیدار مت بنو۔

ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر چڑیا پانی ڈال رہی ہے کسی نے طعن کیا تو کہا بجھانے کی ذمہ دار نہیں حق دوستی ادا کر رہی ہوں۔ تم بھی پیری مریدی کا حق ادا کرو۔ جمعیۃ علماء اسلام کے رکن بنو۔ ممبر سازی ہو رہی ہے۔ خود تلاش کر کے ممبر بنو اس میں بھی برکت ہوگی۔ اس نام لکھانے میں نجات ہے۔ خدا کو ادائیں پسند آ جاتی ہیں۔ وہ رحیم و کریم ہیں دیکھو ہاجرہ کی ادا پسند آئی تو آج تک صفا مروہ کی پہاڑیوں کی دوڑ چل رہی ہے۔ بس خدا کو ادا پسند آ گئی۔

اور ہمارا مقصد محض دین کی سربلندی ہے اور بس۔ قرآن کی برتری مقصود ہے اور ہر جماعت اسلام کی بات کرتی ہے۔ لیکن دلیل سے بات کرو۔ کئی جماعتوں کو موقعہ ملا، دین کا کام نہیں ہوا۔ مفتی محمود کو چند ماہ موقعہ ملا تو دین کا کام کیا ہے اس پر ہمیں فخر ہے اور یہ فخر سرمایہ ہے۔ تو یہاں دلیل سے بات کرو۔ آزمودوں کو مت آزماؤ جو آزمائش پہ پورے اترتے ہیں انہیں اپنا لو۔ اس پر لوگوں نے نعروں کی فضا میں ہاتھ اٹھا کر وعدہ کیا کہ جمعیۃ کا ساتھ دیں گے۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

عید و رمضان کے دن ہوں جمعہ ہو۔ نئی فلم کا افتتاح بسم اللہ اور انشاء اللہ کا لفظ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے کاش! اہل سنت اپنی جرأت کا مظاہرہ کر کے رمضان اور باقی ایام میں اس قسم کے منکرات کو بند کرانا چاہیئے۔ جیسے دس دن محرم میں یہ چیزیں بند رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احقاقِ حق کی توفیق بخشے اور انتشار و پراگندگی سے محفوظ و مامون رکھے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ انتشار وغیرہ کے واقعات کا قلع قمع کرے۔ ایرانی حکومت نے اہل تشیع ہونے کے باوجود یہ سارے پروگرام بند اور ختم کر دیے ہیں لیکن ہمارے یہاں کی افراط و تفریط کہیں بھی نہیں۔ اہل تشیع کے لیے بھی بہتر ہے کہ وہ اس معاملہ میں اپنی روش کا از سرِ نو جائزہ لیں۔ مدتوں کے رونے دھونے کا کیا اثر و فائدہ؟ یہ وقت و سرمایہ بامقصد طریق سے خرچ ہو تو بہتر ہے۔ بہرحال آخر میں پھر کہوں گا کہ انتشار و پراگندگی کے تمام اسباب کا قانونی طریق سے قلع قمع از بس ضروری ہے۔

خدا حسنِ عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

ثمرات الاوراق

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل مدظلہ

قضا سے جیل تک

العزبن عبدالسلام جن کا لقب سلطان العلماء ہے۔ جب ان کو الملک الصالح اسمٰعیل کی جانب سے ۶۳۷ھ میں جامع مسجد دمشق کی خطابت کا منصب سونپا گیا۔ تو اپنی حق گوئی کی بنا پر زیادہ دیر تک اس منصب پر برقرار نہ رہ سکے۔ ۶۳۸ھ میں ان کو معزول ہونا پڑا۔ ہوا یہ کہ ملک اسماعیل نے مسلمان سے خیانت اور غداری کی۔ العزبن عبدالسلام اس بات کو برداشت نہ کرسکے کہ جامع مسجد کا منبر جو کہ حقیقت میں منبر نبوی ہے۔ مداہنت اور حق کے بارے میں خاموشی سے آلودہ ہو۔ حق گوئی کا بدلہ یہ ملا کہ اس منصب سے معزول کئے گئے اور قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ قابلِ اعتبار مؤرخین نے لکھا ہے کہ اسماعیل کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس پر حاکم مصر نجم الدین ابن ایوب حملہ نہ کر دے۔ اس لیئے اس نے صلیبی فرنگیوں سے معاہدہ کر لیا کہ نجم الدین کے مقابلے میں اس کی مدد کریں گے۔ اور اس مدد کے عوض چند قلعے اور شہران کے حوالے کر دیئے۔ جنگی لحاظ سے ان قلعوں کی بڑی اہمیت تھی۔ پھر مزید یہ کہ ملک اسمٰعیل نے فرنگیوں کو اجازت دیدی کہ وہ دمشق میں بلا روک ٹوک داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اسلحہ خرید سکتے ہیں۔

العزبن عبدالسلام نے اس واقعہ پر محض فتویٰ ہی نہیں دیا۔ بلکہ برسر منبر اس طرز عمل کی مذمت کی۔ اور اس خیانت کے نتائج کو بے نقاب کیا۔ اس زمانے میں خطبہ جمعہ میں حکام کے لیئے دعا ہوتی تھی۔ اور اس کو اطاعت و وفاداری کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن العزبن عبدالسلام نے اس واقعہ کے بعد اس کیلیئے دعا کے الفاظ استعمال کرنے ترک کر دیئے۔ اس کے بجائے وہ یہ دعا کرتے تھے

الہم ابرم لہذا الامۃ ابرام رشد تعز فیہ اولیاؤک وتذل فیہ اعدائک ویعمل فیہ بطاعتک وینہی فیہ عن معصیتک:

اے اللہ اس اُمت کو شریعت کے مطابق ایسا استحکام اور مضبوطی عطا فرما۔ جس کی بنا پر تیرے دوست عزت و رفعت پائیں اور تیرے دشمن ذلیل و خوار ہوں۔ تیری شریعت کے مطابق عمل ہو اور تیری نافرمانی سے روکا جائے۔ اس موقعہ پر ملک اسمٰعیل دمشق میں موجود نہ تھا۔ جب اسے اس خطبہ کی اطلاع ملی تو اس نے خطابت جمعہ سے معزول کرنے اور جیل میں ڈالنے کا حکم دیدیا۔ اور جب وہ دمشق میں پہنچا تو اس نے جیل سے تو رہا کر دیا لیکن گھر میں نظر بندی کے احکامات جاری کر دیئے۔ اور فتویٰ دینے سے روک دیا۔ (طبقات السبکی)

حق گوئی کا صلہ

غازان قاتاری مسلمان تاتاران میں چوتھا بادشاہ تھا۔ اس کے مقابلہ میں امام احمد بن تیمیہ نے انتہائی جراءت مندانہ اقدام کا ثبوت دیا۔ اور حق گوئی کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ۶۹۸ھ کے اواخر میں اطلاع ملی کہ غازان تاتاری حلب پر چڑھائی کر رہا ہے۔ وادی سلیمہ میں ۲۷ ربیع الاول ۶۹۹ھ کو غازان کے لشکر کی ناصر بن قلاوون کی فوج سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انتہائی شدید معرکے کے بعد ناصر کو شکست ہوئی۔ فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ ناصر اس کے اعیان و انصار سب کے سب دمشق سے مصر کی جانب پناہ کے لیئے دوڑ پڑے۔ صورت حال یہ ہو گئی کہ دمشق میں نہ کوئی حاکم باقی رہا۔ نہ کوئی ذمہ دار افسر لیکن اس موقع پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے عوام کا ساتھ دیا اور وہ دمشق میں ٹھہرے رہے۔ تھوڑے بہت ذمہ دار افراد شہر میں باقی رہ گئے تھے۔ ان کو لے کر غازان سے ملاقات کے لیئے پہنچے وفد کے رئیس خود شیخ الاسلام تھے النبک نامی بستی میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ دونوں کے درمیان

انتہائی تلخ گفتگو ہوئی۔ شیخ الاسلام نے غازان پر کڑی تنقید کی کہ اس نے عہد کو توڑا۔ اور مسلمانوں کی آبادی میں بے جا دخل اندازی کی اس گفتگو کی پوری تفصیل ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ میں دی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن تیمیہ نے غازان سے کہا (بذریعہ ترجمان) ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مسلمان ہو۔ تمہارے ساتھ قاضی۔ امام۔ علماء اور مؤذن بھی موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ تم نے ہمارے ملک پر چڑھائی کر ڈالی اور ہمارے علاقہ میں گھس آئے۔ آخر یہ کیوں۔ تمہارے باپ دادا کافر تھے۔ لیکن انہوں نے معاہدہ کے بعد اسلامی علاقوں پر چڑھائی نہیں کی۔ لیکن تو نے معاہدہ کیا اور اسے توڑ ڈالا۔ قول وقرار کیا لیکن اس کی پاسداری نہ کی۔ اس گفتگو میں اس تنقید کا انداز انتہائی جرأت مندانہ تھا۔ اور صرف اللہ کے سامنے انہوں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ ان کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ اس کے بعد غازان نے وفد کو کھانے پر دعوت دی۔ وفد کے تمام اراکین کھانے پر بیٹھ گئے۔ لیکن امام ابن تیمیہؒ نے یہ دعوت قبول نہ کی۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کھانا کیسے کھا سکتا ہوں۔ یہ سب کچھ لوٹ مار سے حاصل کیا گیا ہے۔ اور لوگوں کے درخت کاٹ کر اسے پکایا گیا ہے۔ غازان بڑی توجہ سے امام ابن تیمیہؒ کی باتیں سنتا رہا۔ اور امام صاحب کی ہیبت سے اس کا دل بھرپور ہو گیا۔ اس نے پوچھا یہ شیخ کون ہے میں نے ان جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ بڑے جرأت مند ہیں۔ میں نے آج تک کوئی شخص نہیں دیکھا جس کی بات نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہو۔ اور نہ کوئی میں نے ایسا فرد دیکھا ہے جس کے سامنے میں بالکل بے بس ہو کر رہ گیا ہوں۔ لوگوں نے امام ابن تیمیہؒ کے علم وفضل زہد وتقویٰ کی تفصیل بتائی۔ اس پر غازان نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ امام ابن تیمیہؒ نے دعا ان الفاظ میں کی۔ اللھم ان کان عبدک ھذا انما یقاتل لتکون کلمتک العلیا ولیکون الدین کلہ لک فانصرہ وایدہ وملکہ العباد والبلاد وان کان قام ریاء وسمعۃ وطلبا للدنیا ولتکون کلمتہ ھی العلیا ویذل الاسلام واھلہ فخذہ وزلزلہ ودمرہ واقطع دابرہ =

ترجمہ :۔ اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ اس لئے جنگ کرتا ہے کہ تیرا حکم بلند ہو اور یہ کہ تیری فرمانروائی کا غلبہ ہو تو اس کی مدد فرما۔ اس کی تائید کر اپنے بندوں اور اپنی زمین پر اس کو غلبہ دے اور اگر یہ ریا ونمائش کے طور پر کھڑا ہوا ہے اور دنیا طلبی اس کا مقصد ہے اور یہ اپنا کلمہ بلند کرنا چاہتا ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کو پکڑ لے۔ ہلا ڈال اس کو۔ تباہ کر اس کی نسل کاٹ دے۔

غازان ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا پر آمین آمین کہہ رہا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے خوف سے اپنے کپڑے سمیٹنے شروع کر دیئے کہ کہیں ابن تیمیہؒ کو قتل کرنے کا حکم نہ دیدیا جائے۔ اور ہمارے کپڑے اس کے خون سے آلودہ نہ ہو جائیں۔

جب ہم اس کے دربار سے نکلے تو قاضی القضاۃ نجم الدین اور دوسروں نے امام صاحب سے کہا کہ تم نے تو آج ایسی گفتگو کی کہ اپنی اور ہماری ہلاکت کا سامان فراہم کر لیا۔ خدا کی قسم اب یہاں سے ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ میں بھی تمہاری رفاقت نہیں چاہتا راوی کا بیان ہے کہ قاضی القضاۃ اور دوسرے ساتھی ایک ٹولی کی صورت میں روانہ ہو گئے۔ اور امام ابن تیمیہؒ چند ساتھیوں سمیت کچھ دیر ٹھہر گئے۔ غازان کے امراء ووزراء کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو سب دعا کرانے کے لئے امام کے اردگرد جمع ہو گئے۔ امام ابن تیمیہؒ تین سو سواروں کے ساتھ دمشق واپس ہوئے راستے میں ان کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ لیکن جن لوگوں نے امام ابن تیمیہؒ کی رفاقت سے انکار کیا تھا۔ ان پر راستے میں تاتاریوں کی ایک جماعت نے حملہ کر دیا۔ سامان چھین لیا اور کپڑے اتار لیئے۔ (مختصر منہاج السنۃ صـ ۳۳۲)

سچ بولنے کا عہد

حطیط زیاد نامی ایک عالم حجاج کے پاس لائے گئے۔ حجاج نے ان سے پوچھا کہ کیا تم حطیط ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں جو چاہو تم مجھ سے پوچھو! مقام ابراہیم کے پاس اپنے رب سے عہد کر چکا ہوں کہ ہر سوال کے جواب میں سچ بولوں گا۔ آزمائش کا دور آیا تو ثابت قدم رہوں گا۔ اور اگر راحت وعافیت میسر آئی تو اپنے رب کا شکر کروں گا۔

حجاج نے کہا میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ جواب دیا میرے نزدیک تو اللہ کے دشمنوں میں سے ایک ہے۔ تو دین کی حرمتوں کو پامال کر رہا ہے۔ اور محض تہمت اور شک وشبہ کی بنا پر بے گناہوں کو قتل کر ڈالتا ہے۔ حجاج نے کہا امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

جواب دیا اس کا جرم تیرے جرم سے بھی زیادہ ہے۔ اور بڑھا ہوا ہے۔ خود تیرا وجود اس کے جرائم کا ایک حصہ ہے۔

یہ باتیں سن کر حجاج غصہ میں آگیا۔ اور حطیط کو سزا دینے

اور سخت عذاب کا مزا چکھانے کا حکم دیدیا۔ عذاب دینے کی انتہائی شکل یہ اختیار کی گئی۔ کہ بانس کی کھپچیاں چیری گئیں اور ان کو بدن کے گوشت والے حصے پر رکھ کر رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ پھر انہوں نے ان کھپچیوں کو اس طرح کھینچنا شروع کیا کہ گوشت ہڈیوں سے الگ ہوگیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس اللہ کے بندے نے اُف تک نہ کی۔

اس موقع پر حجاج سے کہا گیا کہ اس میں ابھی زندگی کی رمق باقی ہے۔ حجاج نے کہا اسے یہاں سے نکال کر بازار میں سڑک پر پھینک دو۔ جعفر راوی کا بیان ہے کہ میں اور حطیط کا ایک دوست اس کے پاس پہنچے اور ہم نے اس سے کہا اگر کوئی ضرورت ہے تو بتاؤ۔ جواب دیا پانی کا ایک گھونٹ۔ فوراً پانی لایا گیا۔ چند لمحوں کے بعد اس جوان سال باہمت حق گو نے جام شہادت نوش کیا۔

شہادت کے وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔

حطیط زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شہادت۔ شہادت فی سبیل اللہ تھی۔

اور حجاج کا یہ ظلم ایسا نہیں کہ جس کی خدا کے ہاں گرفت نہ ہو۔

قیامت کے دن جب تمام جھگڑے پیش ہوں گے اور تمام مظلوم فریادی وہاں جمع ہوں گے۔ تو اس دن حجاج اس خوف ناک ظلم کی سزا پا کر رہے گا۔

(احیاء العلوم جلد نمبر ۷)

بے دھڑک نصیحت

خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک مرتبہ عبداللہ بن طاؤس کو بلایا جو اپنے زمانے کے جید عالم تھے۔ امام مالک اور ابن طاؤس دونوں جب اس کے پاس پہنچے تو کچھ دیر خاموشی کے بعد اس نے سوال کیا۔ اے ابن طاؤس کوئی ایسی حدیث سناؤ۔ جسے تمہارے باپ طاؤس نے روایت کیا ہو۔ ابن طاؤس نے کہا میرے والد نے مجھے حدیث بیان کی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا۔ جس کو اللہ تعالٰی نے اپنی حکومت میں حصہ دار ٹھہرایا ہو۔ تو اس نے انصاف کے بجائے لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے ہوں پھر کچھ دیر کے لیے رک گئے۔ امام مالک کا بیان ہے کہ میں نے اپنے کپڑے اس اندیشہ سے سمیٹ لیے کہ کہیں اس کے خون سے آلودہ نہ ہوجائیں۔ اس کے بعد ابوجعفر نے کہا اے طاؤس کے بیٹے مجھے کچھ نصیحت کر۔ ابن طاؤس نے کہا اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد (یعنی) قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جن کے قد وقامت ستونوں جیسے دراز تھے جن کے برابر زور وقوت میں دنیا بھر میں کوئی نہیں پیدا کیا گیا اور قوم ثمود جو وادی القریٰ کی چٹانیں تراشا کرتے تھے۔ اور میخوں والا فرعون ان سب نے ملکوں میں سر اٹھایا تھا۔ اور بہت زیادہ فساد برپا کیا تھا۔ تو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بے شک آپ کا رب نافرمانوں کی گھات میں ہے۔ امام مالک کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر پھر میں نے اپنا دامن سمیٹ لیا کہ خون کے چھینٹے مجھ پر نہ پڑ جائیں۔ منصور نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا مجھے یہ دوات دیدو۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے دوبارہ کہا مجھے یہ دوات پکڑا دو۔ لیکن ابن طاؤس یہ حکم بجا نہ لائے۔ منصور نے کہا اس دوات کو دینے میں کون سی چیز مانع ہوئی۔ انہوں نے جواب دیا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم اس دوات کی سیاہی سے کوئی ایسی گناہ کی بات نہ لکھ دو۔ جس کی بناء پر میں بھی تمہارا شریک کار ٹھہرا دیا جاؤں منصور نے جب یہ سنا تو غضب ناک ہو کر اس نے کہا تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ۔ ابن طاؤس نے کہا کہ ہماری بھی یہی خواہش ہے۔

(مجلۃ العربیۃ۔ ا، سنہ ۶۴ء)

بادشاہ کا خط دجلہ کی نذر

قعقاع بن حکیم کا بیان ہے کہ میں ایک دن خلیفہ مہدی کے پاس بیٹھا ہوا کہ اس دور کے بہت بڑے عالم سفیان ثوریؒ کو لایا گیا۔ انہوں نے دربار میں داخل ہو کر سلام کیا۔ یعنی سلام مسنون کے ذریعہ خطاب کیا۔ لیکن سلام خلافت کہنے سے پرہیز کیا۔ یعنی السلام علیک یا خلیفۃ المسلمین نہیں کہا۔ اسی موقعہ پر مہدی کا وزیر ربیع تلوار پر ٹیک لگائے خلیفہ کے پہلو میں کھڑا تھا۔ اور اس کے حکم کا منتظر تھا خلیفہ مہدی نے مسکراتے ہوئے سفیان سے کہا کہ تم اِدھر اُدھر چھپے پھرتے ہو۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر ہم تمہیں سزا دینا چاہیں تو ہم تمہیں اپنی گرفت میں نہیں لاسکیں گے۔ اب بولو۔ اب تو تم ہماری گرفت میں آگئے کیا تمہیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ہم جس طرح چاہیں اپنی خواہش کے مطابق تمہارے بارے میں فیصلہ کر ڈالیں۔ سفیان ثوری نے جواب دیا آپ اگر میرے بارے میں فیصلہ کریں گے تو یہ بھی یاد رکھئے کہ

کے بارے میں وہ ذات فیصلہ کرے گی جو قادر مطلق ہے جس کے ہاں حق اور باطل کے درمیان پوری طرح فرق کر دیا جائے گا۔ ربیع نے خلیفہ سے کہا امیرالمومنین! کیا اس جاہل کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس قسم کی گستاخانہ باتیں آپ کے سامنے کرے۔ آپ کی اجازت ہو تو میں اس کی گردن مار دوں۔ مہدی نے جواب میں کہا افسوس ہے تم پر خاموش رہو۔ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ ہم سفیان جیسی ہستی کو قتل کر کے بدبختی میں مبتلا ہو جائیں۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ امام ثوری کو کوفہ کا قاضی بنا دیا جائے۔ اس بارے میں کسی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کی جائے۔ یہ حکم لکھ کر امام ثوری کو دے دیا گیا۔ امام ثوری نے یہ خط لیا۔ اور باہر نکل کر دجلہ کی موجوں کے حوالے کر دیا۔ اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ان کو ملک کے کونے کونے میں ڈھونڈا گیا۔ لیکن وہ نہ مل سکے۔ ان کی جگہ شریک النخعی کو قاضی بنایا گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱)

اللہ تعالیٰ کا علمائے سے عہد

خلیفہ سلیمان بن عبدالمالک مکہ مکرمہ کا قصد کرتے ہوئے جب مدینہ منورہ پہنچا۔ تو اس نے وہاں کے جلیل القدر عالم ابوحازم کو بلا بھیجا۔ ابوحازم جب تشریف لائے تو خلیفہ سلیمان اور ان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

خلیفہ سلیمان: کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں۔

ابوحازم: اس لئے کہ تم نے اپنی آخرت ویران کر دی ہے۔ اور اپنی دنیا آباد کر لی ہے۔ اس لئے تم آبادی سے ویرانی کی طرف منتقل ہوتے گھبراتے ہو۔

خلیفہ سلیمان: اے ابوحازم! اللہ کے دربار میں حاضری کی کیا شکل ہوگی۔

ابوحازم: امیرالمومنین۔ نیک کردار والا انسان خدا کے ہاں اس طرح حاضر ہوگا۔ جیسے کوئی مسافر اپنے گھر پہنچتا ہے۔ رہا نافرمان تو اس کی مثال اس بھگوڑے غلام کی سی ہے جو اپنے آقا کی طرف پلٹتا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

خلیفہ سلیمان: کاش میں جانتا کہ خدا کے ہاں میرے لئے کیا طے ہوا،

ابوحازم: اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی کتاب پر پیش کیجئے یعنی اپنے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ لیجئے۔ اس کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ہ

بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ اور بدکردار جہنم میں جلیں گے۔

خلیفہ سلیمان: اللہ کی رحمت کہاں ہے۔ جواب ملا۔ نیک لوگوں کی صحبت میں۔

خلیفہ سلیمان: اللہ تعالےٰ کے کونسے بندے زیادہ عزت و اکرام کے مستحق ہیں۔

ابوحازم: نیکی اور تقویٰ والے۔

خلیفہ سلیمان: کون سا عمل افضل ہے

ابوحازم: حرام سے بچتے ہوئے فرائض کی پابندی۔

خلیفہ سلیمان: کونسی بات زیادہ قابل سماعت ہے۔

ابوحازم: جس شخص سے تم خوف کھاتے ہو اور امید رکھتے ہو۔ اس کے سامنے حق بات کا اظہار۔

خلیفہ سلیمان: کونسا مسلمان زیادہ خسارے میں ہے۔

ابوحازم: ایسا شخص جو اپنے ظالم بھائی کی خواہش کو پورا کرتا ہے اس طرح وہ دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالتا ہے

خلیفہ سلیمان: ہم جن حالات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

ابوحازم: مجھے اس سوال کا جواب دینے سے معافی دیجئے۔

خلیفہ سلیمان: جواب دیجئے اور ضرور دیجئے اس جواب میں بہرحال میرے لئے کوئی نہ کوئی نصیحت پوشیدہ ہوگی۔

ابوحازم: تمہارے آباؤ اجداد نے تلوار کے ذریعہ لوگوں پر غلبہ پایا۔ اور مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر اور ان کی خوشنودی کے بغیر ان کے ملک کو ہتھیا لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔ تمہارے بزرگ تو چل بسے کاش تم جانتے۔ انہوں نے کیا کچھ کیا۔ اور کیا کچھ ان کے بارے میں کہا گیا۔ اس فیصلہ پر خلیفہ کے ایک ہم نشین نے کہا۔ آپ کی یہ بات انتہائی نامناسب ہے۔

ابوحازم: نے جواب دیا۔ اللہ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ حق کو لوگوں کے لئے کھول کھول بیان کریں گے چھپائیں گے نہیں۔

(ماخوذ از میثاق لاہور ماہ دسمبر ۱۹۶۶ء)

لوگ بیماری کی وجہ سے غذا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن عذاب الٰہی کے خوف سے گناہ نہیں چھوڑتے۔

میرا جو کچھ ہے وہ بزرگوں کی نگاہِ فیض کا اثر ہے ——— (حضرت مولانا انور)

اس خانوادہ کا ہر فرد آسمانِ رشد و ہدایت کا درخشندہ ستارہ ہے ——— (ایڈیٹر خدام الدین)

حضرت جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم امسال زیارت حرمین کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کی واپسی ۲۲ ذوالحجہ ۹۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۷۵ء بروز جمعہ رات دس بجے ہوئی۔

حضرت والا کی واپسی پر آپ کے حلقہ سے متعلق احباب نے مشترکہ طور پر دعوت کا اہتمام کرنا چاہا۔ جس کے لیے حضرت اقدس نے ۷ محرم ۹۶ھ ۹ جنوری ۷۶ء جمعہ کا دن مرحمت فرمایا۔

چنانچہ اس دن نماز عصر کے بعد منتخب احباب پر مشتمل ایک تقریب مدرسۃ البنات متعلقہ انجمن خدام الدین لاہور کے ہال میں منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی اور صدر نشین حضرت اقدس تھے۔

تقریب میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاہور کے امیر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب، جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی نائب صدر میاں محمد عارف صاحب، مولانا محمد صابر صاحب کوٹ عبدالمالک میاں محمد صادق صاحب گلبرگ سمیت بہت سے احباب نے شمولیت فرمائی۔

ہفت روزہ خدام الدین کے ایڈیٹر محمد سعید الرحمن علوی نے حضرت اقدس کی اجازت سے قاری غلام فرید صاحب مدرس و امام جامعہ مسجد شیرانوالہ کو قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے درخواست کی۔ موصوف کی پُرسوز تلاوت کے بعد ایڈیٹر خدام الدین نے کہا:۔

"اس تقریب کا اہتمام حضرت شیخ التفسیر، قطب زمن امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کے خدام و عقیدت مندوں نے آپ کے جانشین صاحبزادہ محترم مولانا انور زید مجدہم کی سفر حج سے واپسی کی خوشی میں کیا ہے۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ چند لمحے اس عظیم انسان کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع میسر آ جائے۔

علوی صاحب نے کہا کہ ہم اس پر جتنا بھی خدا کا شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہم سب کو اس عظیم البرکت خانوادہ سے متعلق فرما دیا ہے۔

انہوں نے تاریخ کے اوراق کھنگالتے ہوئے حضرت اقدس علیہ الرحمۃ کی زندگی پر مختصراً روشنی ڈالی اور کہا کہ حضرت والا اور پھر قدیم متعلقین کی موجودگی میں میرے جیسے طالب علم کے لیے یہ اقدام ہے تو جسارت ہی لیکن احباب اور بزرگوں کی خواہش پر ایسا کر رہا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ حضرت لاہوری کی ذات گرامی آیت من آیات اللہ تھی۔ ہم نے قدیم تذکروں میں علم و تقویٰ، عمل و ورع، ایثار و قربانی اور خداخوفی و جاں سپاری کے جو واقعات پڑھے ہیں ان کا مجسم نمونہ حضرت کی شکل میں ہم نے دیکھا۔ حضرت والا کی تعلیم و تربیت حضرت شیخ الہند، حضرت امروٹی، حضرت دین پوری اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قدس اللہ اسرارھم جیسے آسمانِ علم و معرفت کے چار درخشندہ ستاروں نے کی جن میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک انجمن تھا اور اس حسن تعلیم و تربیت کے صدقہ حضرت خود بھی آفتاب و ماہتاب

بن گئے۔

موصوف نے کہا کہ حضرت اقدس کو انگریز نے پہچانا تھا جبھی تو اس نے آپ کو گوشہ گمنامی میں پھینکنے کی غرض سے غربت و مہاجرت کے عالم میں لاہور لا کر پابند کر دیا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ جس شیخ وقت پر دہلی، دیوبند، امروٹ و دین پور وغیرہ جیسے مراکز اور ملک کے دوسرے اہم مقامات کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں وہ لاہور کی قسمت پلٹنے کا ذریعہ بن گیا اور قدرت نے خلق خدا کی دینی و سیاسی رہنمائی کا اتنا بڑا کام لیا کہ آج نہ صرف ہندو پاکستان اور بنگلہ دیش بلکہ اطراف و اکنافِ عالم میں مشعل قرآنی کے روشن کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

علوی صاحب نے واضح کیا کہ یہ لوگ در اصل ایک مشن و مقصد کے علمبردار تھے۔ جس کا مرکز اس زمانہ میں حضرت شیخ الہند تھے۔ انہوں نے اگر مولانا مدنی کو مدینہ میں بٹھایا تو مولانا سندھی کو کابل بھیجا۔ اور حضرت لاہوری کے سپرد دہلی کا مرکز کر دیا لیکن جب دہلی کے کوچہ و بازار بند کر دیے گئے تو انہوں نے استاذ کے مشن مقدس کی تکمیل کے لیے لاہور میں وہ کام کیا کہ دنیا حیرت میں مبتلا ہو گئی۔

مزید یہ کہ ان کے معاصران کے متعلق جتنی عظیم رائے رکھتے تھے وہ قدرت کا خاص عطیہ ہے بالخصوص شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ تو ان کی شانِ قلندری اور خدمتِ دینِ قیم کے اتنے زبردست مداح تھے کہ باید و شاید ؟

آپ نے حضرتؒ کے ساتھ حال ہی میں انتقال کر جانے والے آپ کے برادر عزیز زبدۃ الحکماء مولانا حکیم رشید احمد اور دوسرے بھائی مولانا عزیز احمد علیہما الرحمۃ کو بھی خراج عقیدت پیش کیا کہ ان میں سے اول الذکر نے تو کابل کی ہجرت کی اور بعد میں خدمت ملّی کے لیے سرگرم رہے تو ثانی الذکر نے مولانا سندھی کی خدمت میں عمر گزاری اور وہ خدمت کی کہ اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ پھر حضرت کے صاحبزادہ بلند اقبال مولانا حبیب اللہ مہاجر مکی حرمین کی فضاؤں میں قرآن و سنت کا درس دیتے دیتے اس عالم فانی سے اس طرح رخصت ہوئے کہ دنیا نے ان کی موت پر رشک کیا۔ مرحوم مہاجر مکی نے حسبۃً للہ خدمت دین کا اتنا بڑا کام کیا کہ اس کی مثال مشکل ہے اور حضرت کے صاحبزادے مولانا حمید اللہ علیہ الرحمہ بھی مدت العمر دینِ متین کی خدمت ہی سرانجام دیتے رہے۔ اب آپ کے منجھلے صاحبزادے حضرت مولانا انور ہمارے اندر موجود ہیں جو آپ کی سچی تصویر اور آپ کی جلائی ہوئی شمع کو روشن کیے ہوئے ہیں۔ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو کا مصداق آپ کی زندگی ہے اور ملک کی سیاسی و ملّی تحریکات میں ان کا امتیازی مقام ہے۔ خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔

آخر میں علوی صاحب نے احباب سے درخواست کی کہ اس خانوادہ سے تعلق کا حق جب ادا ہوگا جب ہم حضرت کے کام کے لیے تن من دھن قربان کر دیں گے۔

ان کے بعد انجمن کے سیکرٹری شیخ ظہیر الدین صاحب نے منظوم سپاسنامہ پیش کیا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

ورودِ خیر ہے کس عالمِ دینِ پیمبرؐ کا
ہر اک سو غلغلہ ہے نعرۂ اللہ اکبر کا
قدومِ میمنت کس زائرِ حرمین کے آئے
الٰہی! ضَو فگن تارا ہُوا کس کے مقدّر کا
کوئی اللہ والا حج بیت اللہ سے آیا
ہُوا جس کو میسر پھر طواف اللہ کے گھر کا
خدا ہی جانتا ہے آرزو تھی دیدۂ تر کی
خدا ہی جانتا ہے جوش اس دم قلب مضطر کا
ہزاروں انگلیاں اٹھیں کہ وہ تشریف لے آئے
ذرا سا ایک رُخ سے گوشۂ مندیل جو سر کا
نگاہیں رہگذر میں بچھ گئیں فرشِ زمیں ہو کر
یہ استقبال ہے حضرت عبید اللہ انور کا
جو ان کی ذات اقدس میں محاسن اور محامد ہیں
خدام الدین کے خطبات از بس ان کے شاہد ہیں
نمونہ ہیں جناب احمد علی صاحب کی عظمت کا
خطابت کا، صحافت کا، فصاحت کا، بلاغت کا
ہیں ان پر منکشف جملہ علوم ظاہر و باطن
ہے ان کا سینہ گنجینہ محمدؐ کی امانت کا

احادیث وفقہ، معنی وتفسیرات وتاویلات
سراسر واشگاف ہر راز ہے ان پر شریعت کا
محاذ مرزئی وملحدین شہکار ان کے
رہا ہے ان کے دست راست میں پرچم امامت کا
تصوف معرفت کی درسگاہ ہے شیراں والے میں
کھلا رہتا ہے دروازہ سدا رشد وہدایت کا
توجہ سے ہے ان کا سلسلۂ قادری جاری
طریقہ سیکھتے ہیں اہل حق ان سے طریقت کا
مسلّم ہے یہ ہیں زندہ ولی اس دور حاضر میں
مئے عرفاں چھلکتی رہتی ہے ہر وقت ساغر میں

اس کے بعد حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں احباب کی اس محبت وخلوص کا دل سے قدردان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔

آپ نے اکابر کی تاریخ مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کرنے پر ایڈیٹر خدام الدین علوی صاحب کے لیے دعا فرمائی۔ اور سپاسنامہ کے متعلق فرمایا کہ کچھ دن پہلے اسی مقام پر میرے حدیث کے پہلے استاذ اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی تشریف لائے تو میں نے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک سپاس نامہ پیش کیا تھا۔ وہ خدام الدین میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اس کے جواب میں قاری صاحب نے حضور نبی کریم علیہ السلام کی ایک حدیث بیان فرمائی تھی کہ آپ کے سامنے سے دو جنازے گزرے موجود مسلمانوں نے ایک کے متعلق اچھے اور دوسرے کے متعلق اس کے برعکس جذبات کا اظہار کیا اور آپ نے دونوں ہی مرتبہ "وَجَبَت" کا لفظ ارشاد فرمایا۔ سوال پر فرمایا کہ میاں! تم سرکاری گواہ ہو جس کے لیے تمہاری رائے بہتر ہے تو اس کے لیے جنت واجب اور دوسرے کے لیے جہنم واجب!

اس حدیث کی روشنی میں قاری صاحب نے فرمایا تھا کہ اتنے اہل اللہ اور مخلصین جب اچھا کہتے ہیں تو یہ مالک کا کرم ہے۔ تو استاذ محترم کی متابعت میں میں بھی یہی کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اور کہا وہ آپ کے خلوص و محبت کی دلیل ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دینی تعلق کو قائم رکھے اور اپنی بارگاہ میں اس خلوص کو میرے حق میں قبول فرمالے۔

حضرت اقدس نے اس ضمن میں ایک اور واقعہ ارشاد فرمایا کہ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ جب کابل، روس، ترکی، اٹلی اور مکہ معظمہ کے پچیس سالہ قیام یا بالفاظ دیگر پچیس سالہ جلاوطنی کے بعد واپس تشریف لائے تو ملک کے مختلف حصوں میں آپ کے اعزاز میں استقبالیے ترتیب دیے گئے۔ خلافت کمیٹی نے، کانگریس نے، جمعیۃ علماء نے اور دوسرے حضرات نے دعوتیں دیں، گاندھی نے آپ کو ہندوستان کا سب سے بڑا مفکر و لیڈر قرار دیا۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی خود نوشت سوانح حیات "نقش حیات" میں بیس سے زائد صفحات مولانا سندھی پر لکھے ہیں اور فرمایا ہے کہ آزادی کی خاطر سب کی جد وجہد ایک طرف لیکن مولانا سندھیؒ کا پلڑا پھر بھی بھاری ہے۔

تو مولانا کو علماء کی طرف سے ایک دعوت مراد آباد میں دی گئی۔ ملک بھر کے علماء وصلحاء اس مبارک محفل میں موجود تھے۔ علماء ہند کی طرف سے مفتی اعظم، فقیہہ ہند، ابوحنیفہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے سپاس نامہ پیش کیا۔ جس میں مولانا کی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور ان کو اتنے خطابات پیش کیے کہ مولانا سندھیؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ہرچند کہ مولانا ان تمام چیزوں کے مستحق تھے لیکن جب وہ اٹھے تو روتے ہوئے اور فرمایا کہ میاں! میں ایک سکھ تھا، سکول میں استاذ سے توحید پہ میری بات ہوئی تو مولانا عبداللہ پنڈت کی کتاب "تحفۃ الہند" مجھے ملی جو میں نے پڑھی اور میرے اسلام کا باعث بنی۔ پھر قدرت مجھے بھرچونڈی شریف لے گئی۔ مسلمانی کی تکمیل وہاں ہوئی اور انہیں کی دعاؤں سے میں دیوبند شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد جو کچھ ہے وہ شیخ الہند کی نگاہ فیض کا اثر ہے۔ اس سپاسنامے میں جو کچھ کہا گیا ہے اگر وہ سارے کا سارا حضرت شیخ الہند کے لیے کہا جائے تو وہ یقیناً اس کے مستحق تھے بلکہ تھے ہی وہ اور میں تو محض ان کا کفش بردار اور خادم ہوں۔

اس واقعہ کے بعد مولانا انور نے فرمایا کہ میں اس تقریب میں بہ حیثیت خادم موجود تھا۔ اپنے اس عظیم بزرگ اور مربی کے الفاظ مستعار لے کر کہتا ہوں کہ آپ حضرات نے جو کچھ

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

ایک سفر ایک داستان

حجاز سے واپسی

سید محمد طیب شاہ ہمدانی

جان جوکھوں کا معاملہ ہے ۔ تم تو پھول سے ہو اس سفر کو کیسے برداشت کرو گے ۔ لیکن چچا بار بار اصرار پر مجبور ہو جاتا ہے سینکڑوں میل کا سفر کر کے کارواں بصریٰ پہنچنے کو ہے ۔ ادھر بصریٰ کا عظیم المرتبت راہب صحیح دین عیسوی کا نمائندہ بحیرہ جو بصریٰ کے عظیم ترین کنیسہ کا بشپ بھی ہے ، اور جو عوام سے بے تعلق ہو کر یاد الٰہی میں گم رہتا ہے اور کبھی سال میں ایک دفعہ سالانہ جشن پہ عبادت خانہ کے حجرہ کہ سے چند منٹوں کے لیے ہی عوام کو زیارت کرواتا ہے ۔ آج بہت غور سے حجرہ کہ سے باہر کی دنیا کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے ۔ دور افق میں سے صدائے جرس کارواں آ رہی ہے ۔ اب کارواں سیاہ دھبوں کی طرح صحرا میں ابھرتا اور قریب آتا جا رہا ہے ۔ لیکن یہ کیا اس تیز دھوپ میں ایک ناقہ سایہ میں چلی آ رہی ہے اور ایک بادل کا ٹکڑا اس پہ سایہ کیے فضا میں دھیمے دھیمے چلا آ رہا ہے ۔ یاد آ گیا وہی جس کے انتظار میں میری عمر کے شب و روز گزرے ہیں اور بالوں کی سیاہی سفیدی میں تبدیل ہو گئی ہے ۔ وہی تو ہے جس پر اس عالم دنیا میں بادل سایہ کرتے ہوں گے کیا وہ آخری روشنی آ چکی ہے ۔ جس کی آمد کی خبر عیسیٰ ابن مریم دے گئے تھے ۔ ہاں وہی ہے ۔ اب وہ آنے ہی والا ہے ۔ خادم کو بلا کر حکم دیا کہ اس کارواں کی دعوت کی جاوے اور ہر قسم کی آسائش بہم پہنچائی جائے ۔ مکہ کے تاجر قطار اندر بیٹھ رہے ہیں ۔ جب سب آ چکے تو بحیرہ راہب اپنے عبادت کدہ کو چھوڑ کر خلاف عادت ان مہمانوں کے سر پہ انتظام کے لیے آ موجود ہوا ۔ سارے مجمع پر ایک عقابی نگاہ دوڑائی لیکن جب اپنا مطلوب و مقصود نہ پایا تو پوچھا کیا سب آ گئے ایک تاجر نے مؤدبانہ عرض کیا ۔ سرکار سب ہی تو آ گئے ہیں ۔ صرف دو بچوں کو سامان کی حفاظت کے لیے قافلہ میں چھوڑ آئے ہیں ۔ بحیرہ نے خدام کو حکم دیا ابھی کھانا تقسیم نہیں ہو گا ۔ جس کے لیے تکلف کیا گیا وہ تو ابھی آیا نہیں جس کی طفیل تمہیں دعوت دی گئی ہے وہ تو موجود نہیں ۔ جاؤ پہلے ان بچوں کو بھی لے کر آؤ ، دونوں دوست آئے ۔ مگر سائے میں جگہ نہ ہونے کی بنا پر دھوپ میں ہی بیٹھ

گئے ۔ لیکن درخت کی ٹہنیاں جھکیں اور سایہ ہو گیا ۔ اب تو بحیرا ادھر کو دوڑا اور ان میں سے ایک کا جو چنداں بڑا معلوم ہوتا تھا ۔ ہاتھ پکڑ کر پوچھا ، اے لوگو یہ کس کا بچہ ہے ، سردار ابو طالب نے راہب عظیم کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کیا جناب یہ میرا بیٹا ہے راہب پکارا غلط بالکل غلط یہ تو اس وقت اس دنیا میں آیا کہ جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا اور اب تو اس کی اماں بھی نہیں زندہ ہوں گی ۔ یہ سب کے لیے سایہ بنیگا ۔ اسے کسی سایہ کی ضرورت نہیں ۔ اس کی عصمت و حفاظت کا ذمہ تو خود خدا نے لے رکھا ہے سردار سچ بتاؤ ، میں نے غلط تو نہیں کہا ، سردار نے عرض کی کہ جناب نے جو فرمایا بالکل درست ہے ۔ چونکہ یہ میرا بھتیجا ہے اور ماں باپ سے محروم ہو چکا ہے ۔ اس لیے میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا رکھا ہے بحیرا کہہ رہا تھا کہ وہ روشنی ظاہر ہونے والی ہے جس کے سامنے سب روشنیاں ماند پڑ جائیں گی اور وہ روشنی آخری روشنی ہو گی ۔ جس کے بعد تا ابد کسی روشنی کی ضرورت نہ پڑے گی ۔ ابو طالب جاؤ واپس لے جاؤ انھیں ۔ ورنہ شام کے یہودی کچھ نہ کر بگاڑ سکنے کے باوجود ان کی گزند کے در پے ہوں گے ۔ اور پھر میری چشم تصور پچیس سالہ صادق و امین کو خدیجہ کے مال کی تجارت کرتے ہوئے بصریٰ میں دیکھ رہی ہے جو بحیرہ راہب کے سجادہ نشین نسطورا کے اصرار پر شام کے سفر کا ارادہ ترک کر کے یہیں اپنے سامان کو فروخت کر رہا ہے ۔ میں انہی تصورات میں آنکھیں بند کیے گم تھا کہ بصریٰ پیچھے افق میں چھپ چکا تھا اور عمارہ اور قط ۔ سے ہوتے ہوئے ہم عزیزیہ سے گزرے تھے اور اسی طرح کچھ فاصلے دور ہوتے اور کچھ کم ہوتے چلے گئے کہ ۱۰ بجے دوپہر ہم بغداد پہنچ گئے نماز ظہر مسجد امام اعظم میں ادا کرنے کے بعد چنداں کاظمین میں امام موسیٰ کاظمؒ کے مزار کے باہر رکے : اس محلہ کی اکثریت اہل تشیع پر مشتمل ہے اور محرم شروع ہو جانے کے باعث سخت ہجوم ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ قبر پرستی اور مزارات کی تزئین و آرائش میں شیعہ حضرات ہمارے ہاں کے اہل بدعت سے دو قدم

آگئے ہی ہیں۔ یہ مزار کافی وسیع و عریض عمارت پر مشتمل ہے کاشی کاری شیشہ اور سونا چاندی کا بے انداز استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ عمارت بغداد کی خوبصورت ترین عمارت شمار ہوتی ہے یہاں سے روانہ ہوئے تو کارواں کی دو بسیں بچھڑ گئیں جن کی تلاش کرتے ہوئے لب سڑک کھڑے ایک ٹھیکیدار سے سوال کیا تو اس نے تلاش کے لیے اپنے تعاون کی پیش کش کی جسے کار میں ساتھ لے لیا، گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ وہ جعفری شیعہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے ایرانی شیعیان کے برعکس انتہائی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اور اس بھاگ دوڑ میں اپنا کافی قیمتی وقت صرف کیا۔ اس تلاش میں کئی دفعہ دجلہ کے دونوں اطراف شہر کی کئی سڑکوں کے چکر کاٹے اور دجلہ کے کئی مختلف پلوں سے گذر ہوا، پلوں کے قریب عمدہ قسم کی تر و تازہ مچھلی اور زندہ مرغابیاں فروخت ہو رہی تھیں چونکہ پھیلا پھیلا دیا پر بھی کافی رونق تھی۔ بے فکرے نوجوان دریا کی لہروں پر مختلف اشکال کی کشتیاں اور بجرے کھیتے سیر میں مشغول تھے۔ بالآخر بسیں ایک پٹرول پمپ پر مل گئیں اور ہم قادسیہ سے ہوتے ہوئے رستہ میں رکے بغیر کوفہ عشاء کے وقت پہنچ گئے اور عشاء کی نماز مسجد کوفہ میں باجماعت ادا کی، اور مسجد کے مختلف حصص کو دیکھا۔ مسجد کے صحن میں بہت سے محراب ایستادہ ہیں جو مختلف انبیاء کی طرف منسوب ہیں جو خالص قسم کا کذب و افتراء ہے۔ صحن میں ہی ایک عمارت تہہ خانہ کی صورت میں ہے۔ جس کے اوپر کنوئیں کی منڈیر کی صورت میں تعمیر ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہی تنور ہے جس سے طوفانِ نوح پھوٹا تھا مقصد صرف یہ ہے کہ سب زیارت انبیاء کو یہیں جمع کر لیا جائے تاکہ کہیں اور جانے کی ضرورت محسوس نہ ہو، لیکن اس کی ساری بنیاد جھوٹ پر استوار ہے۔ یہیں مسلم بن عقیل اور ابن زیاد کے قاتل مختار بن عبید ثقفی اور ہانی ابن عروہ نیز حضرت مسلم کے صاحبزادگان کے مزارات ہیں۔ رات کا وقت تھا اس لیے کوفہ شہر کو تو نہ دیکھ سکے اور شہر کوفہ دیکھنا بھی کیا جہاں کی بے وفائیاں زبان زد خاص و عام ہوں۔ بیرون مسجد ایک عورت نے سارے قافلہ کو قہوہ کی دعوت دی جس سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور نجف اشرف میں پہنچ گئے۔ یہیں وہ عمارت ہے جسے اہل تشیع حضرت شیر خدا کا مزار کہتے ہیں۔ جس کا تاریخ میں ثبوت میسر نہیں آ سکا۔ ہم جو کہ ان کے یہاں مزار نہ ہونے کے قائل ہیں اگر کسی ادب کو ملحوظ نہ رکھیں تو اعتراض نہیں ہونا چاہیے لیکن ان لوگوں پر حیرانی ہوتی ہے کہ جو اسے شیر خدا کی ضریح مقدس کہتے ہیں اور اس کی عمارت پر اور تعزئین و آرائش پر لاکھوں نہیں بلکہ

کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود جوڑوں کی صورت میں وہاں یوں آتے ہیں جیسے پکنک منانے آتے ہیں یا شب بسری کے لیے اندرون مزار قبر کی طرف پاؤں پسار کر بیٹھنا ان کے نزدیک معیوب نہیں۔ ایک واقعہ پر تو مجھے بے اختیار ہنسی آئی کہ ایک صاحب قبر کی طرف پاؤں پسارے ہاتھ میں کتابچہ لیے :

صلی اللہ علیک یا وصی رسول اللہ وصلی اللہ علیک یا اول المومنین۔

پڑھ رہے ہیں اور رو بھی رہے ہیں اور ساتھ ہی سگریٹ کے کش بھی لگا رہے ہیں۔ الغرض یہاں سے روانہ ہو کر رات کو ۱۱ بجے کے قریب کربلا پہنچے جو اب فرات کے کنارے ریگستان اور لق و دق صحراء نہیں جہاں کی مٹی میں جگر گوشہ رسول و نور دیدۂ زہرا اور ان کے بچوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور اب کافی آبادی کا خوبصورت شہر ہے اور بڑے لمبے چوڑے بازار ہیں شہر کے قریباً وسط میں سیدنا حسین الشہید کا مزار ہے اور اندرون مزار ہی دوسرے شہیدان کرب و بلا کی مقابر ہیں جن میں علی اصغر، علی اکبر، عباس علمدار وغیرہم کے مزارات ہیں۔ مزار کے تعمیر و تزئین پر روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔ بیرون مزار ایک شبیہ مزار بھی رکھی تھی جس پر ہزاروں روشنی کے بلب آویزاں تھے۔ نیز وہیں ۱۰×۱۲ فٹ لمبی حضرت حسین کی ایک جعلی فوٹو بھی پڑی تھی۔ آداب کی کیفیت یہاں بھی وہی تھی جس کا مذکور ہوا۔ یہاں سے ۳ میل دور حر شہید کا مزار بھی دیکھا اور متصل مسجد بھی جس میں معرکہ کربلا کی بڑی بڑی فوٹو آویزاں تھیں۔ واپسی پر عون بن عبداللہ بن جعفر کا مزار بھی دیکھا۔ ان سب مزارات پر مزدوین نذرانہ طلب کرتے ہیں اور اصرار سے اگر نہ دیا جائے تو کہیں گے۔ زیارۃ حرام بیرون مزار کھلے منہ برقعہ پوش نوجوان لڑکیاں کھجوریں خریدنے پر مجبور کریں گی جنہیں خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہر لفافہ میں سیر بھر تو ہوں گی ہی اور آپ اگر اس کے بدلہ میں پاکستانی ایک روپیہ بھی دے دیں گے تو خوش ہو جائیں گی۔ کربلا میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ گائے کو لیے پھر رہی اور جتنا کوئی دودھ کا خریدار ہو چاہیے پاؤ بھر ہی کیوں نہ ہو۔ اتنا دودھ کر دیتی ہے۔ اور پھر حلیب حلیب کا آوازہ دیتی ہے۔ پھر جیسا بھی گاہک آئے اتنا اسے دودھ دیتی ہے۔ ہمارے ہاں تو بکریاں اس طرح دودھ دیتی ہیں نہ کہ گائے بھینس۔

(باقی آئندہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق مدظلہ، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی خدمت میں

نذرانۂ عقیدت

از: مولانا عبد الحلیم صاحب کلاچوی استاد و نائب مفتی دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

مسندِ علم و عمل کا پاسباں تُو ہی تو ہے
پیکرِ حلم و حیا کہنا تجھے ہی زیب ہے
پست و بالا کے لیے یکساں تیری ذات ہے
تیری مجلس میں نہیں دیکھا تمیزِ رنگ و بُو
درس تیرے میں بھرا ہے رنگ انور شاہؒ کا
تُو نے سکھلائے ہمیشہ علم و حکمت کے رموز
تُو نے سمجھائے ہمیشہ دین و دانش کے اصول
دل سے کہتا ہوں تصنّع سے مجھے صد بیر ہے
ہے نہیں آج تیری فقہ و دانش کی مثال
انقلابی قافلہ سوئے حرم اب ہے رواں
صد سکوں مجھ کو میسّر ہے سمیع کو دیکھ کر
تُو نے قائم کر دیا اپنے ہاں اک "دیوبند"

گلشنِ دین و ادب کا باغباں تُو ہی تو ہے
یادگارِ حضرت عثمانؓ اب تُو ہی تو ہے
بے کسی کا ایک سا مشفق رہا تُو ہی تو ہے
کُل جہاں کا ایک سا ابرِ کرم تُو ہی تو ہے
شیخ مدنیؒ کی امانت کا امیں تُو ہی تو ہے
دَورِ حاضر کا غزالیؒ سب کے ہاں تُو ہی تو ہے
فقہِ حنفی کا حقیقی ترجماں تُو ہی تو ہے
ظلمتوں میں شمع کافوری رہا تُو ہی تو ہے
فقہ نعماں کا امیں اور خوشہ چیں تُو ہی تو ہے
"قالبِ محمود" میں روحِ رواں تُو ہی تو ہے
جس کا ہر قول و عمل اور ہر ادا تُو ہی تو ہے
سب اکابر کی توجہ کی جگہ تُو ہی تو ہے

کاش اس ناچیز پر پڑتی کبھی تیری نظر
میرے سب امراضِ باطن کی دوا تُو ہی تو ہے!

بقیہ: احادیث الرسولؐ

کی پابندی سخت مشکل ہو گی۔
ہر شخص کو چاہیئے کہ اللہ کریم کی جناب میں دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ شذرہ

آئے سال نصاب میں کلی یا جزوی طور پر تبدیلی ہوتی ہے جس سے بے پناہ نقصان ہوتا ہے۔ یہ نقصان مالی بھی ہے تعلیمی بھی! تعلیمی یوں کہ کتابیں وقت پر مہیا نہیں ہوتیں کئی کئی ماہ گزر جاتے ہیں اور مالی یوں کہ مناسب وقت پر کتابیں مہیا نہ ہو سکنے کے سبب پوری طرح نکاسی نہیں ہوتی اور سٹاک گل سڑ جاتا ہے اور اوپر سے نیا نصاب مسلط ہو جاتا ہے۔

ہم ان بھائیوں کے درد میں برابر کے شریک ہیں اور حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ آئے دن کی تبدیلیاں مناسب نہیں اس تجرباتی سلسلہ کو ختم کر کے ٹھہراؤ اور استحکام کی صورت پیدا کی جائے اور تعلیمی و مالی نقصان سے قوم کو بچایا جائے۔

ارباب حکومت سے!

سید مولانا محمد شاہ امروٹی امیر جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے خلف الرشید صاحبزادہ منیر احمد شاہ صاحب پر شیعہ حضرات نے حملہ کیا وہ ۲۴ گھنٹے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ حملہ کے بعد موصوف بے ہوش ہو گئے۔ شکارپور ہسپتال میں ان کا انتقال ہوا۔ خبر ہے کہ ڈی۔ ایس۔ پی صاحب شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی انتظامی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہے۔ مذہب کے نام پر یہ صورت حال کس قدر افسوسناک ہے اس کا اندازہ مشکل نہیں۔ دنیا بھر کی اقوام اپنے نئے سال کے موقعہ پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتی ہیں لیکن ہمارے یہاں سال نو شروع ہوتے ہی نفرت و حقارت کا سلسلہ جوبن پر آ جاتا ہے اور پھر آئے دن اس قسم کی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں کہ انسانی جان و مال کا اتلاف و ضیاع ہوتا ہے۔

یہ واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں اس سے پہلے بھی بہت کچھ ہو چکا ہے لیکن حکومت ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ بات صاف اور سیدھی ہے کہ جب ایران جیسی خالص شیعہ سٹیٹ میں تمام پروگرام اپنے اپنے مقامات پر ہوتے ہیں تو پاکستان میں جلوس وغیرہ کی کھلے بندوں اجازت چہ معنی دارد؟

ہم حکومت پاکستان سے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مذہب کے مقدس نام پر جلوس وغیرہ کے جتنے سلسلے ہیں انہیں فی الفور بند کر دیا جائے اور ہر کسی کو اپنے مشاغل اپنے مقام پر ادا کرنے کی ہدایت کی جائے۔ امروٹ شریف کا جو تازہ واقعہ ہے اس کی اعلیٰ سطح پر تحقیق ہو۔ منیر مرحوم کے قاتل کیفر کردار تک پہنچائے جائیں اور انتظامیہ کے وہ عناصر جو اپنی ذمہ داریوں کے بجائے فرقہ وارانہ مسائل میں ملوث ہیں انہیں فی الفور معطل کیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی چکوال میں مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اور ان کے گرفتار شدہ رفقاء کو فوراً رہا کیا جائے۔ اور حالات کی خرابی کے ذمہ دار عناصر کو سنگین سزا دی جائے۔

● ہفت روزہ خدام الدین کے ایجنٹ حافظ اقبال احمد صدیقی کرشن نگر لاہور کی پھوپھی صاحبہ انتقال کر گئیں۔ احباب سے ان کی مغفرت اور پسماندگان کے صبر کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

خط و کتابت کا آئندہ پتہ:۔ محمد عزیز الرحمٰن خورشید

(سابق مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت) محلہ حاجی گلاب بھیرہ۔ ضلع سرگودھا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ٹیلیفون نمبر ۶۰۵۴۵

منیر شہید رح

جمعیۃ طلبہ اسلام امروٹ شریف کے صدر صاحبزادہ منیر احمد شاہ صاحب خلف الرشید مولانا سید محمد شاہ امروٹی امیر جمعیۃ علماء اسلام سندھ ۱۱ محرم کو شام ۴ بجے کے قریب شکارپور کے ہسپتال میں انتقال کر گئے۔

موصوف پر ۱۰ محرم کو شیعہ حضرات نے اس وقت سلاخوں سے حملہ کر دیا جب مرحوم نے غیر منظور شدہ راستوں سے جلوس تعزیہ گزارنے سے منع کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ موصوف موقعہ پر ہی بیہوش ہو کر گر پڑے اور اگلے دن شام اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

مرحوم ایک ایسے خاندان کے فرد تھے جس کا آزادی ہند اور تحفظ و اشاعت اسلام میں بڑا نمایاں کردار ہے۔ اس خانوادے کے سرخیل حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی تحریک کے اہم ممبر تھے اور انہوں نے بڑی عظیم خدمات سرانجام دیں۔ اور یہ سلسلہ خاندان میں بحمدہٖ اب تک جاری ہے۔

ہم اپنے امیر محترم مولانا عبید اللہ انور سمیت اس سانحہ پر مرحوم کے والدین اور دوسرے اعزہ و متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو دولت صبر سے نوازے۔

(ادارہ)

بقیہ : چند لمحات ......

کہا۔ اس کہ اگر حضرت لاہوری رح کے لیے کہا جاتا تو وہ یقیناً اس کے مستحق تھے۔ اور میرا جو کچھ ہے وہ انہی کی نگاہ کا اثر ہے اور بس۔

حضرت کے علاوہ حضرت مدنی اور دوسرے اکابر کی خدمت کا خدا نے موقعہ دیا۔ ان کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا۔ ان کی حسن نظر نے کام کیا اور جو کچھ ہے وہ انہی کا اثر و فیض ہے۔ قدرت نے اپنی مہربانی سے بار بار حج کی سعادت سے نوازا، ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ ان میں ایک نعمت آپ حضرات کا خلوص و محبت بھی ہے خدا اس کو ہمیشہ قائم رکھے۔

آپ نے فرمایا کہ ان مبارک فضاؤں میں آپ کے لیے ہمیشہ دعاگو رہا اب بھی دعاگو ہوں۔ آپ میرے لیے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کے نقش قدم پر چل کر دین متین کی خدمت کی توفیق بخشے۔

اب اس کے بعد حضرت نے پُرسوز طریق سے طویل دعا فرمائی جس کے بعد شرکاء محفل نے کام و دہن کی تواضع کی اور یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

مولانا عبید اللہ انور پرنٹر نے پبلشر خواجہ طارق لطیف کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔